بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ الطَّلَاقِ

طلاق کے مسائل کا بیان

۱۔ بَابُ فِيْ كَيْفِيَّةِ الطَّلَاقِ طلاق کے مسائل کا بیان

۱۰۷۲: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " أَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللَّهِ الطَّلَاقُ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَةَ , وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ ,وَرَجَّحَ أَبُو حَاتِمٍ إِرْسَالَهُ.

ابوداود، کتاب الطلاق، باب کراهية الطلاق: ۲۱۷۸، ابن ماجة: ۲۰۱۸، الحاکم: ۱۹۶/۲، البیهقی: ۳۲۲/۷

۱۰۷۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔"اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ابوحاتم نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: طلاق: یہ طلق سے اسم مصدر ہے اس کے معنی ارسال وترک کے ہیں۔شرعی اصطلاح میں نکاح کی گرہ کو کھول دینا طلاق ہے۔

تشریح: امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے یہ روایت عن محمد بن خالد عن معروف بن واصل عن محارب بن دثار عن ابن عمر عن النبی ﷺ نقل کی ہے۔امام حاکم اور علامہ سیوطی نے اسے صحیح کہا ہے، امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔امام ابوحاتم اور علامہ مناوی نے اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے، علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اگرچہ طلاق کو جائز رکھا، لیکن اس عمل کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔طلاق ایک ایسا قبیح عمل ہے جو دو خاندانوں کی محبت ومودت کو بغض وعداوت اور نفرت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

فقہی احکام: طلاق دینے اور لینے سے حتی الوسع بچا جائے، لیکن اگر پانی سر سے گزرنے لگے تو پھر جائز ہے۔

۱۰۷۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَ عُمَرُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ؟ فَقَالَ " مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ,ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ,ثُمَّ تَحِيضَ ,ثُمَّ تَطْهُرَ ,ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ ,وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ ,فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ "مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ,ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا " وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى لِلْبُخَارِيِّ "وَحُسِبَتْ عَلَيْهِ تَطْلِيقَةً " وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا وَاحِدَةً أَوْ اِثْنَتَيْنِ ; فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَنِي أَنْ أُرَاجِعَهَا ,ثُمَّ أُمْهِلَهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى ,وَأَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا ,فَقَدْ عَصَيْتَ رَبَّكَ فِيمَا أَمَرَكَ بِهِ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ. وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما فَرَدَّهَا عَلَيَّ ,وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا ,وَقَالَ "إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ أَوْ لِيُمْسِكْ"

البخاری، کتاب الطلاق، باب قول الله تعالیٰ......: ۵۲۵۱، مسلم: ۱۴۷۱، ابوداود: ۲۱۷۹، ۲۱۸۱، ۲۱۸۲، ۲۱۸۵، الترمذی: ۱۱۹۲، النسائی: ۱۳۹/۶، ابن ماجة: ۲۰۱۹، احمد: ۵۸/۲، الدارمی: ۲۲۶۲، ۲۲۶۳، ابن الجارود: ۷۳۳، البیهقی: ۳۲۴/۷،

الطیالسی: ۱۸۵۳، ابن ابی شیبة: ۵/ ۲، ۳، الطحاوی: ۵۳/۳، المؤطا: ۲ /۵۷۶، الشافعی: ۲ /۳۲، عبدالرزاق: ۱۰۹۵۲، البغوی: ۲۳۵۱، الدارقطنی: ۶/۴، ۷، معرفة السنن والآثار: ۴۵۳/۵، ۴۵۴، ابن حبان: ۴۲۶۳

۱۰۷۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی جب وہ حالت حیض میں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے رجوع کرنے کا حکم دیں، پھر وہ اس عورت کو پاک ہونے تک اپنے عقد میں رکھے، پھر حائضہ ہو کر پاک ہو جائے، پھر اس کے بعد اگر وہ رکھنا چاہے تو رکھ لے اور طلاق دینا چاہے تو صحبت کرنے سے قبل طلاق دے، یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کی اجازت فرمائی ہے۔" (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے "اسے رجوع کرنے کا حکم دو پھر وہ اسے طہر یا حمل کی حالت میں طلاق دینے کا مجاز ہے۔" (اور بخاری کی ایک روایت میں ہے) "یہ طلاق شمار کی جائے گی۔" (مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر تو نے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو (سنو) رسول اللہ ﷺ نے مجھے رجوع کرنے اور اس وقت تک اپنے عقد میں رکھنے کا حکم فرمایا تھا، یہاں تک کہ اس کے بعد اسے ایک اور حیض آ جائے پھر اسے طہر تک مہلت دو، جب وہ پاک ہو جائے پھر اسے چھونے سے قبل طلاق دے دو، اگر تم تین طلاقیں دے چکے ہو، تو پھر تم نے اپنی بیوی کو طلاقیں دینے کے معاملے میں اپنے رب کی نافرمانی کی ہے۔ (ایک دوسری روایت میں ہے) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری بیوی مجھے واپس کر دی اور اس طلاق کو کچھ بھی خیال نہ کیا اور فرمایا: "جب وہ پاک ہو جائے پھر طلاق دینا، یا اپنے عقد میں رکھ لینا۔"

تشریح: **طلق امرأته** ؛اس (عبداللہ بن عمر) نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جس عورت کو طلاق دی اس کا نام آمنہ بنت غفار تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ اس کا نام نوار تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا اصل نام آمنہ اور لقب نوار ہو۔ **مره فليراجعه** ؛اسے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور آپ ﷺ حرام چیز پر ہی غصہ کا اظہار فرماتے تھے۔ ان دونوں روایات سے یہ واضح ہوا کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق کے بعد رجوع کرنا واجب ہے۔ **ثم ليمسكها حتى تطهر** ؛وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھے، یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ **ثم تحيض ثم تطهر** ؛ پھر وہ حائضہ ہونے کے بعد پاک ہو جائے۔ **ثم ان شاء امسک بعد و ان شاء طلق قبل ان يمس** ؛ پھر اس کے بعد یا تو اسے اپنے عقد میں رکھے، یا پھر جماع کرنے سے پہلے اسے طلاق دے۔ ان الفاظ سے یہ واضح ہوا کہ جس طہر میں شوہر جماع کرے اس طہر میں طلاق نہیں دینی چاہیے اور ایک طلاق دینے کے بعد عورت کو اس کے میکے بھی نہیں بھیجنا چاہیے۔ رحمت عالم ﷺ کے ارشاد گرامی پر اگر مکمل طور پر عمل کیا جائے تو پھر یقیناً طلاق کی نوبت شاذ و نادر ہی آئے گی۔ **ثم يطلقها طاهراً او حاملاً**؛ پھر وہ اسے طلاق دے اس حال میں کہ وہ حیض سے پاک ہو چکی ہو یا پھر حاملہ ہو۔ یعنی حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ **حسبت عليه تطليقة** ؛ایام حیض میں دی گئی طلاق شمار ہو گی، لیکن ابوزبیر نے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اس کے معارض ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہل علم اس بارے میں دو مختلف آراء رکھتے ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق شمار نہیں ہو گی، وہ حضرت ابوزبیر سے مروی الفاظ کو بطور دلیل نقل کرتے ہیں، لیکن ان کے پاس؛ **حسبت عليه تطليقة** ؛ کا کوئی جواب نہیں۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہ طلاق شمار ہو گی اور وہ حضرت ابوزبیر سے مروی روایت کے دو جواب دیتے ہیں۔ (۱) ابوزبیر نے یہ الفاظ نقل کر کے اپنے سے اوثق رواۃ کی مخالفت کی ہے بنابریں یہ روایت شاذ ہے۔ (۲) ابوزبیر سے مروی جملے کا مطلب ہرگز نہیں کہ طلاق شمار نہیں ہو گی، بلکہ جملے کا مطلب ہے کہ

آپ ﷺ نے عبداللہ بن عمر کے فعل کو درست خیال نہیں فرمایا۔

فقہی احکام: (۱) حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے۔(۲) اگر کوئی غلطی سے ایسا کر لے تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ رجوع کرے۔ (۳) حالت حیض میں دی گئی طلاق شمار ہوگی۔(۴) رجعی طلاق کے بعد بیوی کو گھر سے نکال دینا درست نہیں۔(۵) جس طہر میں بیوی سے مباشرت کی ہو اس طہر میں طلاق دینا درست نہیں، اگر کوئی دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔(۶) حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔(۷) حاملہ عورت کی عدت اقرب البعدین ہے۔

۱۰۷۴:وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ ,وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ,طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةٌ ,فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ؓ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ ,فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ؟ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث: ۱۴۷۲، ابوداود: ۲۱۹۹، احمد: ۳۱۴/۱، النسائی: ۱۴۲/۶ ، ۱۴۳، البیهقی: ۳۳۶/۷

۱۰۷۴: حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے بیان کیا کہ عہد نبوی، خلافت ابی بکر اور خلافت عمر کے ابتدائی دو سالوں میں (ایک وقت کی) تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے ایسے کام میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے جس میں ان کیلئے سہولت رکھی گئی تھی۔ سو اگر ہم اسے نافذ کر دیں۔ لہٰذا انہوں نے نافذ فرما دیا۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: اناۃ: صاحب المصباح کا کہنا ہے کہ اس کی جمع الآناء ہے، اس کے معنی اوقات کے ہیں، اس کے واحد میں دو لغات ہیں (۱) انی بروزن حمل۔(۲) اناۃ بروزن حصاۃ، اس کے معنی مہلت اور سہولت کے ہیں۔ امضیناہ: یہ امضاء سے مشتق ہے، یعنی اگر ہم ایک وقت کی تین طلاقوں کو نافذ کر دیں تو پھر لوگ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے باز آ جائیں گے۔

تشریح: ایک وقت میں دی ہوئیں تین طلاقیں تین شمار ہوں گی یا ایک؟ یہ مسئلہ اہل علم کے مابین عرصہ دراز سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے، ہر فریق نے اپنے موقف کی تائید میں دلائل جمع کئے ہیں، ہم یہاں ان کے دلائل کی تفصیل میں جانے کی بجائے ایک اصولی بات نقل کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے طلاق دینے کا جو طریقہ بتایا ہے وہ دراصل طلاق سے بچنے کی حکمت عملی ہے، ظاہر ہے کہ اگر ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین شمار کر لیا جائے تو یہ عمل اس حکمت عملی کی روح کے خلاف ہوگا۔ رہی یہ بات کہ حضرت عمر ؓ نے پھر ایسی تین طلاقوں کو نافذ کیوں کر دیا؟ اس کا جواب زیر مطالعہ حدیث میں موجود ہے، وہ یہ ہے کہ ایک وقت میں تین طلاقیں دینا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے کے مترادف ہے، آپ ﷺ نے ایسا کرنے والے ایک شخص کے عمل کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے سے تعبیر بھی فرمایا تھا۔

حضرت عمر ؓ نے اس قبیح عمل کو روکنے کیلئے یہ احتیاطی تدبیر اختیار فرمائی کہ ایسی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کیا جائے تا کہ لوگ ایسا کرنے سے باز آ جائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ماضی بعید سے عصر حاضر تک یہ حکمت عملی کہاں تک کامیاب رہی؟ کیا لوگ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے باز آ گئے یا انہوں نے مزید کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا؟ اگر بغور دیکھا جائے تو اس حقیقت کا انکار ممکن نہیں کہ عصر حاضر میں لوگوں نے تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دینے کی بجائے حلالہ کا دھندا شروع کر دیا ہے۔ گویا ایسی تین طلاقوں کو تین شمار کرنے سے ایک ملعون فعل حلالہ نے فروغ پایا ہے، نیز حضرت عمر ؓ نے اپنے اس تعزیری حکم سے رجوع بھی کر لیا تھا۔

فقہی احکام: عہد رسالت مآب ﷺ میں ایسی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔

۱۰۷۵:وَعَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا ,فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ

" أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اَللَّهِ ,وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ" حَتَّى قَامَ رَجُلٌ ,فَقَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! أَلَا أَقْتُلُهُ؟ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرُوَاتُهُ مُوَثَّقُونَ.

النسائی، کتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعة وما فیه من التغلیظ: ۱۴۲/۶ ، ۱۴۳ (۳۴۳۰)

۱۰۷۵: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک ایسے شخص کے بارے میں خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی تھیں، آپ ﷺ غصہ کی حالت میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اللہ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟" اس پر ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ ۔اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں

لغوی تحقیق: یلعب: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور عین مفتوح ہے۔ دین کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔ کتاب اللہ: یہاں کتاب اللہ سے مراد کتاب اللہ سے ماخوذ احکامات ہیں۔

تشریح: اس روایت کی سند کو علامہ ابن کثیر نے جید اور حافظ ابن قیم نے مسلم کی شرط کے موافق قرار دیا ہے۔ بعض اہل علم نے مخرمہ بن بکیر کی وجہ سے اس روایت پر نقد کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مخرمہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا، اس کے پاس اپنے والد کی کتاب تھی۔ یہ نقد بے وزن ہے کیونکہ اس کے پاس اس کے باپ کی کتاب محفوظ تھی۔ اور وہ اس سے دیکھ کر احادیث نقل کرتا تھا۔ اور یہ طریقہ سلف کا پسندیدہ طریقہ ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا حرام ہیں، مگر اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے اسے رجوع کرنے کی اجازت دی یا نہیں؟

۱۰۷۶: وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ طَلَّقَ أَبُو رُكَانَةَ أُمَّ رُكَانَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " رَاجِعِ امْرَأَتَكَ " فَقَالَ إِنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا! قَالَ " قَدْ عَلِمْتُ ,رَاجِعْهَا " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي لَفْظٍ لِأَحْمَدَ، طَلَّقَ أَبُو رُكَانَةَ اِمْرَأَتَهُ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ ثَلَاثًا ,فَحَزِنَ عَلَيْهَا ,فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " فَإِنَّهَا وَاحِدَةٌ " وَفِي سَنَدِهَا اِبْنُ إِسْحَاقَ ,وَفِيهِ مَقَالٌ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث: ۲۱۹۶، احمد: ۲۶۵/۱، الحاکم: ۴۹۱/۲

تنبیہ: طلاق دینے والے صحابی کا نام رکانہ بن عبد یزید ہے، ماسواء ابوداؤد کے تمام مصادر میں یہی نام مذکور ہے، ممکن ہے کہ امام ابوداؤد کو اس میں وہم ہوا ہو، مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ یہ روایت سنن ابی داود کی طرف منسوب کی ہے، اس لیے انہوں نے بھی امام ابوداؤد کے بیان کردہ الفاظ ہی نقل کئے ہیں۔

۱۰۷۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابو رکانہ نے ام رکانہ کو طلاق دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا حکم فرمایا۔ اس نے عرض کیا، میں اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے خبر ہے، رجوع کر لو۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، مسند احمد میں مذکورہ الفاظ اس طرح ہیں، ابو رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، پھر وہ اپنے اس فعل پر افسردہ ہوئے، آپ ﷺ نے اسے فرمایا) "یہ ایک ہی طلاق ہے۔" (ان دونوں روایات کی سند میں ابن اسحاق ہے اور اس پر کلام ہے۔)

۱۰۷۷: وَقَدْ رَوَى أَبُو دَاوُدَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ أَحْسَنَ مِنْهُ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ اَلْبَتَّةَ ,فَقَالَ "وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ بِهَا إِلَّا وَاحِدَةً ,فَرَدَّهَا إِلَيْهِ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی البتة: ۲۲۰۶، الترمذی: ۱۱۹۳، ابن ماجة: ۲۰۵۱، الدارقطنی: ۳۳/۴، ابن حبان: ۴۲۷۴، الحاکم: ۱۹۹/۲، ۲۰۰، البیہقی: ۳۴۲/۷، ابن ابی شیبة: ۶۵/۵، الطیالسی: ۱۱۸۸، الدارمی: ۱۶۳/۲، الشافعی: ۳۷/۲، ۳۸، احمد: ۲۶۵/۱، الفتاویٰ لابن تیمیة: ۱۸/۳، زاد المعاد: ۲۶۳/۵، الارواء: ۱۴۴/۷، ۱۴۵

۱۰۷۷: امام ابوداؤد نے یہ روایت ایک دوسرے طریق سے بھی بیان کی ہے اور وہ طریق پہلے طریق سے عمدہ ہے، اس میں ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق بتہ دے دی، پھر اس نے عرض کیا، اللہ کی قسم! میرا ارادہ ایک طلاق کا تھا، آپ ﷺ نے اس کی بیوی اسے لوٹا دی۔

لغوی تحقیق: سهيمة: سین مضموم، ہاء مفتوح اور یاء ساکن، سهمة کی تصغیر ہے۔ البتة: اس کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں، یہاں اس سے مراد ایسی طلاق ہے جس کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا حق نہ رہے۔

تشریح: یہ روایت زبیر بن سعید کے ضعیف، اس کے استاذ عبداللہ بن علی بن یزید کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جبکہ سابقہ روایت صحیح ہے کیونکہ محمد بن اسحاق نے داؤد بن حصین سے سماع کی صراحت کی ہے، جس سے تدلیس کا شبہ زائل ہو گیا۔ البتہ داؤد پر ہلکی جرح ہے جو چنداں مضر نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث پر چار اعتراضات کیے گئے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے

(۱) محمد بن اسحاق اور اس کے شیخ داؤد بن حصین کے بارے میں محدثین باہم اختلاف کرتے ہیں۔ (جواب) محدثین نے اس جیسی سند سے مروی متن کو بہت سے مسائل میں بطور حجت اختیار کیا ہے، جیسا کہ وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رخصتی حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ پہلے نکاح کے ساتھ ہی کر دی تھی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتوی اس کے برعکس ہے۔ (جواب) اس بارے میں عرض یہ ہے کہ حجت صحابی کی بیان کردہ حدیث ہے نہ کہ اس کا فتوی، کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ صحابی سے نسیان ہو گیا ہو اور ایسی مثالیں موجود ہیں۔

(۳) امام ابوداؤد نے اس روایت کو راجح کہا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی۔ (جواب) اس بارے میں عرض یہ ہے کہ ممکن ہے کہ راوی نے تین طلاقوں کو طلاق بتہ سے تعبیر کر دیا ہو، روایت بالمعنی میں ایسے تصرف کی امثلہ موجود ہیں۔

(۴) یہ مسلک شاذ ہے۔ (جواب) یہ اعتراض بالکل بے وزن ہے، کیونکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں صراحتاً مذکور ہے کہ عہد نبوی اور خلافت صدیقی میں یہی طریقہ رائج تھا، جو طریقہ قرن اولی میں رائج ہو، وہ شاذ کیونکر ہو سکتا ہے؟ پھر اس پر مستزاد یہ ہے کہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف تھا، تفصیل کیلئے ابن مغیث کی کتاب "الوثائق" کا مطالعہ فرمائیں، امام غنوی نے محمد بن بقی بن مخلد، محمد بن عبدالسلام خشنی اور دیگر مشائخ قرطبہ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے، علامہ ابن منذر کا کہنا ہے کہ عطاء، طاؤس اور عمرو بن دینار کا بھی یہی مسلک تھا۔

۱۰۷۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " ثَلَاثٌ جِدُّ هنَّ جِدٌّ ,وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ ,وَالطَّلَاقُ ,وَالرَّجْعَةُ " رَوَاهُ اَلْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ وَفِي رِوَايَةٍ لِابْنِ عَدِيٍّ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ ضَعِيفٍ " اَلطَّلَاقُ ,وَالْعِتَاقُ ,وَالنِّكَاحُ "

ابوداود، تفريع ابواب الطلاق، باب في الطلاق على الهزل: ۲۱۹۴، الترمذی: ۱۲۰۱، ابن ماجة: ۲۰۳۹، الدارقطنی: ۲۵۶/۳، ۲۵۷، سعید بن منصور: ۳۶۹/۱، الحاکم: ۱۹۸/۲، ابن عدی: ۵/۶، الاحکام الوسطی: ۲۳۷/۶، بیان الوهم والایهام: ۱۲۸۳

تنبیہ: بلوغ المرام کے اکثر مطبوعہ نسخوں میں ابن عدی کے حوالے سے مروی روایت کے الفاظ؛ الطلاق، و العتاق و النكاح؛ ہیں لیکن احمد ابراہیم مرزھوۃ کی تحقیق سے شائع ہونے والے نسخہ میں؛ الطلاق و النكاح و العتاق؛ مذکور ہے۔

۱۰۷۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " تین کام ایسے ہیں کہ وہ قصداً کریں تو بھی ہو جاتے ہیں اور ہنسی مذاق سے کریں تو بھی قصداً ہی شمار ہوتے ہیں، نکاح، طلاق اور رجوع کرنا۔" اسے ماسوا نسائی کے چاروں نے بیان کیا ہے، اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ ابن عدی کی ایک ضعیف روایت میں "طلاق، نکاح اور عتاق" ہے۔

تشریح: علامہ عبدالحق اشبیلی نے اس روایت کو الاحکام الوسطی میں نقل کرنے کے بعد امام ترمذی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔علامہ ابن قطان فرماتے ہیں کہ حافظ عبدالحق کو چاہیے تھا کہ وہ اس روایت میں موجود اس علت کی وضاحت کرتے جو صحت کو مانع ہے اور وہ علت عبدالرحمٰن بن حبیب بن اردک کا مجہول الحال ہونا ہے۔

۱۰۷۹: وَلِلْحَارِثِ اِبْنِ أَبِي أُسَامَةَ مِنْ حَدِيثِ عُبَادَةَ بْنِ اَلصَّامِتِ رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ "لَا يَجُوزُ اَللَّعِبُ فِي ثَلَاثٍ اَلطَّلَاقُ ,وَالنِّكَاحُ, وَالْعِتَاقُ ,فَمَنْ قَالَهُنَّ فَقَدَ وَجَبْنَ " وَسَنَدُهُ ضَعِيفٌ.

مسند الحارث البغية ص ۱۶۲، حديث: ۵۰۱، اتحاف الخيرة: ۴۱۹۶، المطالب العالية: ۱۷۱۹

تنبیہ: امام بوصیری نے بھی یہ روایت مسند حارث کے حوالے سے نقل کی ہے لیکن اس میں انہوں نے ؛ثلاث؛ کی جگہ ؛ثلاثۃ؛ نقل کیا ہے، لیکن درست وہی ہے جو مؤلفؒ نے نقل کیا ہے۔

۱۰۷۹: حارث بن ابی اسامہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت نقل کی ہے۔"تین چیزوں میں ہنسی مزاق درست نہیں، طلاق، نکاح اور غلام آزاد کرنے میں اور جس نے یہ تین کام کیے وہ نافذ ہو گئے۔"(اس کی سند ضعیف ہے۔)

تشریح: یہ روایت دو وجہ سے معلول ہے(۱)عبید اللہ بن ابی جعفر اور عبادۃ بن صامت کے مابین انقطاع ہے۔(۲)عبداللہ بن لھیعہ اگر چہ صدوق اور حافظ تھے لیکن ان کی کتابیں جل جانے کے بعد وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

۱۰۸۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ اَلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ"إِنَّ اَللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ"مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب النکاح، باب الطلاق فی الاغلاق ......: ۵۲۶۹، مسلم: ۱۲۷، ابوداود: ۲۲۰۹، الترمذی: ۱۱۸۳، النسائی: ۶/ ۱۵۶، ۱۵۷، ابن ماجة: ۲۰۴۰، احمد: ۲/۲۵۵، ابن حبان: ۴۳۳۴، ۴۳۳۵، البیهقی: ۷/۲۹۸، الطیالسی: ۲۴۵۹

۱۰۸۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے میری امت کے خیالات و وسواس سے اس وقت تک درگزر فرمایا جب تک ان کے خیالات و وسواس قولی یا عملی شکل اختیار نہیں کر لیتے۔"(متفق علیہ)

لغوی تحقیق: تجاوز: معاف کیا ہے۔ حدثت: خیالات و وسواس جو دل میں پیدا ہو جائیں۔

تشریح: خیالات قابل مواخذہ ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ایک گروہ کا کہنا ہے کہ خیالات علی الاطلاق قابل مؤاخذہ نہیں۔دوسرا گروہ خیالات کی تقسیم کرتا ہے(۱)ایسے خیالات جو دل میں پیدا ہوں اور وہ زائل ہو جائیں ایسے خیالات قابل مؤاخذہ نہیں۔(۲)ایسے خیالات جنہیں عملی جامہ پہنانے کا پختہ عزم کیا جائے مگر حالات نے اس عزم کو ناکام بنا دیا ہو، ایسے خیالات قابل مؤاخذہ ہیں۔راقم کے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔(واللہ اعلم)

۱۰۸۱: وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ,عَنِ اَلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " إِنَّ اَللَّهَ تَعَالَى وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي اَلْخَطَأَ ,وَالنِّسْيَانَ ,وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ " رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَهْ ,وَالْحَاكِمُ ,وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ لَا يَثْبُتُ.

ابن ماجة، ابواب الطلاق، باب طلاق المكره و الناسى: ۲۰۴۳، ۲۰۴۵، الحاكم: ۲/۱۹۸، ابن حبان: ۷۲۱۹، الدارقطنى: ۴/۱۷۰، ۱۷۱، البیهقی: ۷/۳۵۶، العلل لابن ابی حاتم: ۱۲۹۶، مصباح الزجاجة: ۲/۱۳۰، العوصم و القواصم: ۱/۱۹۲، المعجم الصغير: ۱/۲۷۰

۱۰۸۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے میری امت کے خطاء و نسیان اور جبری اعمال کو معاف کر دیا ہے۔"(اسے ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے، امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔)

لغوی تحقیق: وضع: معاف کر دیا۔ النسیان: نون مکسور اور سین ساکن، یہ نسی کی جمع ہے اور یہ دو معنی میں مستعمل ہے۔(۱)ترک مع الذکر۔

(۲) قوت حافظہ میں غفلت کا داخل ہو جانا، اور یہاں یہی مقصود ہے۔ مااستكرهوا عليه: جو کام جبری کروایا جائے۔

تشریح: اس روایت کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے، کیونکہ عطاء بن ابی رباح نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا۔ علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ محض یہ کہہ دینا کہ سماع ثابت نہیں، اس سے اس حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔ امام بوصیری مصباح الزجاجة میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ روایت منقطع ہونے سے محفوظ ہے تو پھر یہ سند صحیح ہے۔ امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔ امام طبرانی فرماتے ہیں کہ امام اوزاعی سے یہ روایت فقط بشر بن بکر نقل کرتا ہے، امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ اوزاعی نے یہ روایت عطا سے نہیں سنی۔

اس حدیث کا مرکزی راوی اوزاعی ہے۔ امام اوزاعی سے یہ روایت بشر بن بکر، ایوب بن سوید اور مسلم بن ولید نقل کرتے ہیں۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے بشر بن بکر کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں عطاء یہ روایت عبید بن عمیر کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں۔ اس طریق سے انقطاع کا شبہ بھی زائل ہو گیا۔

ممکن ہے کہ ولید بن مسلم نے عبید بن عمیر کو عمداً ساقط کر دیا ہو کیونکہ وہ تدلیس التسویہ کا ارتکاب کرتے تھے۔ نیز اس روایت کی شاہد روایات حضرت ابوذر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابودرداء اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

۱۰۸۲: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ إِذَا حَرَّمَ امْرَأَتَهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ، إِذَا حَرَّمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ ,فَهِيَ يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا.

البخاری، کتاب الطلاق، باب لم تحرم ما احل الله لک: ۵۲۶۶، مسلم: ۱۴۷۳، المعجم الاوسط: ۱۳، ۵۹۰، ۱۱۶۰، ۱۳۳۵، ۱۰۱۷، ۸۰۴۳، ۸۰۸۲، ۸۲۸۴، ۸۶۰۷، اَلْأَحْزَاب 21

۱۰۸۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: "جب شوہر اپنی بیوی کو (اپنے اوپر) حرام قرار دے تو اس کا یہ عمل کوئی اہمیت نہیں رکھتا، ﴿بلاشبہ تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی مشعل راہ ہے۔﴾" (اسے بخاری نے بیان کیا ہے) مسلم میں ہے کہ "جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دے تو اس کا یہ عمل قسم کے مترادف ہے، اس کا اسے کفارہ دینا ہوگا۔"

تشریح: شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس کے اس بیہودہ قول سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس قول کی حیثیت محض قسم کی ہے، جو شخص اپنی قسم سے منحرف ہونا چاہے، اس پر کفارہ لازم ہے، قسم کا کفارہ سورۃ المائدہ میں مذکور ہے۔ قسم سے منحرف ہونا اس وقت لازم ہے جب قسم بھلائی سے مانع ہو، جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تو قسم اٹھالے، اور پھر تو انحراف قسم میں بھلائی محسوس کرے تو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے بھلائی کا کام اختیار کر لے۔"

فقہی احکام: (۱) حلت وحرمت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (۲) کوئی انسان کسی حلال چیز کو حرام قرار دینے کا مجاز نہیں۔ (۳) اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دینے سے وہ حرام نہیں ہوگی۔ (۴) ایسا عمل قسم کے مترادف ہے۔ (۵) ایسی قسم کو توڑنے میں بھلائی ہے، لہٰذا قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنا چاہیے۔ (۶) کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی کے پاس جانا ممنوع ہے۔

۱۰۸۳: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَدَنَا مِنْهَا قَالَتْ ، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ ,قَالَ " لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيمٍ ,الْحَقِي بِأَهْلِكِ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تنبیہ: اس روایت کی تشریح وتخریج حدیث رقم ۱۰۴۰ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنت جون کو نبی کریم ﷺ کے پاس خلوت میں بھیجا گیا اور آپ ﷺ اس کے قریب ہوئے تو اس نے کہا، میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو نے عظیم ذات کی پناہ طلب کی ہے، لہٰذا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔" (بخاری)

۱۰۸۴: **وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لَا طَلَاقَ إِلَّا بَعْدَ نِكَاحٍ ,وَلَا عِتْقَ إِلَّا بَعْدَ مِلْكٍ " رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى , وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ ,وَهُوَ مَعْلُولٌ.**

الحاكم، كتاب الطلاق: ۲/۲۰۴، الطيالسي: ۶۸۲ ، ۲۲۶۵، البيهقي، كتاب الخلع والطلاق، باب الطلاق قبل النكاح: ۱۵۲۴۷ - ۱۵۲۵۲، المعجم الاوسط: ۸۲۲۰، ابن ماجة: ۲۰۴۸ ، ۲۰۴۹، ابن حبان: ۶۵۵۹

۱۰۸۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "طلاق نکاح کے بعد ہے اور آزادی ملکیت کے بعد ہے۔" (اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے، جبکہ یہ روایت ضعیف ہے۔)

تشریح: اس روایت کا مفہوم ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از نکاح یہ کہتا ہے کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اسے طلاق ہے یا وہ اس طرح کہتا ہے کہ میں جو غلام خریدوں وہ آزاد ہے، اب وہ شخص نکاح کر لیتا ہے، یا غلام خرید لیتا ہے تو دونوں صورتوں میں وقوع کے بعد اس کا سابقہ قول قابل عمل نہیں ہوگا، کیونکہ طلاق نکاح کے بعد واقع ہوتی ہے اور غلام کو آزادی اس پر ملکیت حاصل کرنے کے بعد ہی دی جا سکتی ہے۔

یہ مسئلہ بھی علما کے نزدیک مختلف فیہ ہے، جمہور علما کا فتوی اس حدیث کے موافق ہے جبکہ احناف کے نزدیک قبل از نکاح طلاق دینے سے طلاق معلق ہو جاتی ہے اور وہ شخص جیسے ہی نکاح کرتا ہے تو وہ معلق طلاق واقع ہو جاتی ہے، قبل از ملکیت آزادی کا بھی ان کے نزدیک یہی حکم ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اسے معلول قرار دیا ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، یعنی اس روایت کے ضعیف ہونے کا سبب اس کا مرسل ہونا ہے۔ واضح رہے کہ احناف کا عمل اور فتوی اس حدیث کے خلاف ہے، حالانکہ ان کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے، جبکہ شوافع کا فتوی اور عمل اس حدیث کے موافق ہے اور ان کے نزدیک مرسل حدیث اس وقت تک حجت نہیں جب تک اس کی مؤید مرفوع حدیث نہ ہو۔

زیر مطالعہ حدیث کی شاہد مرفوع احادیث حضرت عمرو بن حزم، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ لہٰذا احناف اور شوافع دونوں کے نزدیک ان کا ضابطوں کے مطابق یہ حدیث حجت ہونی چاہیے۔

۱۰۸۵: **وَأَخْرَجَ اِبْنُ مَاجَهْ عَنِ اَلْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رضی اللہ عنہ مِثْلَهُ ,وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ ,لَكِنَّهُ مَعْلُولٌ أَيْضًا.**

ابن ماجة، ابواب الطلاق، باب لاطلاق قبل النكاح: ۲۰۴۸، ابوداود: ۲۱۹۰، الترمذی: ۱۱۹۸، النسائی: ۲۸۹/۷، ابن الجارود: ۷۴۳، احمد: ۱۸۹/۲ ، ۱۹۰، البيهقي: ۱۵۲۴۱ ، ۱۵۲۶۰، التلخيص الحبير: ۲۱۱/۳، فتح الباری: ۳۸۱/۹، ابن حبان: ۶۵۵۹، الدارقطنی: ۱۲۱/۱، الاحكام الوسطى: ۱۸۹/۳، بيان الوهم والايهام: ۲۶۵۷، المعجم الاوسط: ۸۹ ، ۲۹۲ ، ۴۶۲ ، ۲۰۵۰ ، ۳۶۸۹ ، ۴۰۲۴ ، ۷۳۲۷ ، ۸۲۲۰ ، ۸۲۹۲، غليل: ۱۷۳/۶ ، الحاكم: ۲۰۵/۲، ابن ابی شيبة: ۱۶/۵، عبدالرزاق: ۱۱۴۴۸، مشكل الآثار: ۲۸۰/۱

۱۰۸۵: امام ابن ماجہ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت نقل کی ہے، اس کی سند حسن ہے، لیکن یہ بھی معلول ہے۔

تشریح: علامہ ابن دقیق العید نے اس روایت کو الالمام میں نقل کیا ہے، موصوف نے الالمام کے بارے میں فرمایا ہے کہ میں اس کتاب

میں فقط وہی احادیث نقل کروں گا جو صحیح یا حسن ہوں گی، مؤلف ؒ نے اس روایت کی سند کو حسن کہنے کے باوجود اس روایت کو معلول قرار دیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی روایت کی سند کا محض حسن ہونا، اس روایت کے حسن ہونے کیلئے ناکافی ہے۔مؤلف ؒ **تلخیص** میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ علی بن حسین بن واقد نے یہ روایت عن ہشام بن سعد عن الزہری عن عروۃ عن المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کی ہے اور **فتح الباری** میں اس روایت کے معلول ہونے کی یہ علت بیان کی ہے کہ ہشام بن سعد کی مرویات کو امام بخاری اور امام مسلم نے فقط متابعات میں لیا ہے اور ابن عدی نے اس حدیث کو مناکیر میں شامل کیا ہے۔اس مفہوم کی روایت حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاذ، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عمران بن حصین، حضرت عمرو بن حزم، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کو امام ابوحاتم نے منکر کہا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت یا تو سلیمان بن ابی سلیم یا پھر مجہول رواۃ کی وجہ سے ضعیف ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت مرسل ہے، اور جو مرفوع ہے وہ منقطع ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت متروک رواۃ کی وجہ سے ضعیف ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طریق ابوخالد الواسطی کی وجہ سے اور دوسرا طریق عاصم بن ھلال کی وجہ سے ضعیف ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث وہی جو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مروی ہے۔

مؤلف ؒ **فتح الباری** میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند اگرچہ قوی ہے لیکن اس میں دو طرح کا اختلاف موجود ہے۔جس میں سے ایک اختلاف کا ذکر مؤلف ؒ نے تفصیلاً نقل کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ امام بخاری اور امام احمد نے اس حدیث کو اس مسئلہ سے متعلق تمام روایات سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔امام اثرم نے نقل کیا ہے کہ امام احمد نے اس حدیث کو بطور حجت اختیار کیا ہے۔علامہ عبدالحق اشبیلی نے اس روایت کو **الاحکام الوسطی** میں نقل کرنے کے بعد امام بخاری کا مذکورہ قول نقل کیا ہے۔حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔لہٰذا ان شواہد کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ متن صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) اگر کوئی شخص اپنی ہونے والی بیوی کو قبل از نکاح طلاق دے گا تو نکاح کر لینے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۲) قبل از ملکیت غلام کو آزاد کرنے سے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

۱۰۸۶: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لَا نَذْرَ لِابْنِ آدَمَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ,وَلَا عِتْقَ لَهُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ,وَلَا طَلَاقَ لَهُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ,وَنُقِلَ عَنِ اَلْبُخَارِيِّ أَنَّهُ أَصَحُّ مَا وَرَدَ فِيهِ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی الطلاق قبل النکاح: ۲۱۹۰، ۲۱۹۱،الترمذی: ۱۱۹۸، ابن ماجۃ: ۲۰۴۷، احمد: ۲/ ۱۸۹، ۱۹۰، الطیالسی: ۲۲۶۵، الحاکم: ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵، التلخیص: ۳/ ۲۱۱

۱۰۸۶: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابن آدم کی اس چیز میں نذر درست نہیں جس کا وہ مالک نہیں، اور نہ ایسے غلام کو آزاد کرنا معتبر ہے جس کا وہ مالک نہیں اور نہ اس شخص کی طلاق معتبر ہے جس کے دینے کا اسے اختیار نہیں۔" (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز انہوں نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس مسئلہ کی بابت جس قدر روایات منقول ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح یہی ہے۔

۱۰۸۷:وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ,عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ " رُفِعَ اَلْقَلَمُ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ اَلنَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ ,وَعَنِ اَلصَّغِيرِ حَتَّى يَكْبُرَ , وَعَنِ اَلْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ ,أَوْ يَفِيقَ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا اَلتِّرْمِذِيَّ وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ.

ابو داود، كتاب الحدود، باب في المجنون يسرق ايصيب حداً: ۴۳۹۸، النسائي: ۱۵۶/۶، ابن ماجة: ۲۰۴۱، احمد: ۱۰۰/۶، ۱۰۱، ابن حبان: ۱۴۲، ۱۴۳، الحاكم: ۵۹/۲، الدارمي: ۲۲۹۶، ابن الجارود: ۱۴۸، البيهقي: ۲۶۴/۸، الترمذي: ۱۴۵۸، المعجم الاوسط: ۳۴۲۷

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں اس حدیث کے آخر میں؛اخرجه ابن حبان ؛بھی ہےاور بعض نسخوں میں یہ الفاظ درج نہیں۔

۱۰۸۷:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:" تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے،سونے والا جب تک بیدار نہ ہو، بچہ جب تک بالغ نہ ہو، دیوانہ جب تک اس کی عقل درست نہ ہو جائے۔"(اسے احمد نے اور ترمذی کے ماسوا چاروں نے بیان کیا ہےاور حاکم نے صحیح کہا ہےاور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: رفـــع :فعل مجہول ہونے کی وجہ سے راء مضموم ہے۔ یہ مادہ مختلف معانی میں مستعمل ہے، یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ تین قسم کے انسانوں سے مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ القـــلـــم : قاف اورلام مفتوح ،اس سے مراد وہ قلم ہے جو اعمال لکھنے والےفرشتوں کے ہاتھوں میں ہے۔ او یفیق :اسے افاقہ ہو جائے یعنی مجنون صاحب عقل ہو جائے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے منقول ہے،کسی طریق میں ؛حتی یبرأ؛کسی میں ؛حتی یعقل ؛اور کسی میں ؛حتی یـفـیـق ؛ ہے۔امام اعمش کبھی دوسرا لفظ استعمال کرتے تھےاور کبھی تیسرا،مؤلف رحمہ اللہ نے دونوں الفاظ نقل کر دیے ہیں اور دونوں الفاظ ہم معنی ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ؛وعـن الـصـغـيـر حتى يكبر ؛ ہےاور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ؛وعـن الصبى حتى يحتلم ؛ ہے،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کا مفہوم بھی یہی ہے،اس لیے ترجمہ کرتے وقت اسی کا خیال رکھا گیا ہے،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بھی مرفوع نقل کرتے ہیں اور براہ راست رسول اللہ ﷺ سے بھی نقل کرتے ہیں۔اس میں ؛والمعتوه حتى يفيق والصبى حتى يعقل او يحتلم ؛مذکور ہے۔لیکن یہ روایت اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ان کے علاوہ یہ حدیث حضرت قتادہ،حضرت ابو ہریرہ،حضرت ثوبان اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ان میں سے بیشتر روایات ضعیف ہیں۔

فقہی احکام: (۱) نابالغ بچے کے غیر فوجداری اعمال قابل سزا نہیں (۲) حالت نیند میں دیوانگی کے عالم میں کیے گئے اعمال قابل مؤاخذہ نہیں۔ (۳) نابالغ بچوں کے نیک اعمال کا صلہ ان کے والدین کو ملے گا۔(۴) مذکورہ تینوں اشخاص کی طلاق معتبر نہیں۔

۲۔ بَابُ الرَّجْعَةِ رجوع کرنے کا بیان

۱۰۸۸:عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ ثُمّ يُرَاجِعُ، وَلا يُشْهِدُ، فَقَالَ أَشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا، وَعَلَى رَجْعَتِهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد هَكَذَا مَوْقُوفًا، وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ .وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ بِلَفْظِ، أَنّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ سُئِلَ عَمّنْ رَاجَعَ امْرَأَتَهُ، وَلَمْ يُشْهِدْ، فَقَالَ، فِي غَيْرِ سُنّةٍ، فَلْيُشْهِدِ الآنَ .وَزَادَ الطّبَرَانِيُّ فِي رِوَايَةٍ ، وَيَسْتَغْفِرِ اللّهَ .

ابوداود، تفريع ابواب الطلاق، باب الرجل يراجع ولا يشهد: ۲۱۸۶، ابن ماجة: ۲۰۲۵، البيهقي: ۳۷۳/۷، الطبراني: ۱۸/ ۱۸۱

تنبیہ: (۱) مؤلف ؒ نے یہ روایت بالمعنیٰ نقل کی ہے۔ (۲) امام طبرانی نے یہ روایت دوطرق سے نقل کی ہے، کسی طریق میں بھی لفظ ؛و یستغفر الله؛ نہیں ہے، بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں امام بیہقی سے مروی روایت موجود نہیں۔

۱۰۸۸: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو طلاق دیتا ہے، پھر رجوع کر لیتا ہے اور کسی کو اس پر گواہ نہیں بناتا ؟ انہوں نے فرمایا کہ بیوی کو طلاق دیتے وقت اور اس سے رجوع کرتے وقت گواہ مقرر کرلو۔ (یہ روایت امام ابوداؤد نے اسی طرح موقوف بیان کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ امام بیہقی نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی سے رجوع کرتے وقت کسی کو گواہ مقرر نہیں کرتا، انہوں نے فرمایا، اس کا یہ عمل غیر مسنون ہے، لہٰذا اسے اب گواہ مقرر کر لینا چاہیے۔ امام طبرانی نے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرے۔

لغوی تحقیق: **الرجعة**: راء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، مگر مفتوح پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔ اس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں، شرعی اصطلاح میں ایسی طلاق کے بعد جو بائنہ یا مغلظہ نہ ہو اپنی بیوی سے بغیر عقد جدید کے تعلق زوجیت قائم کر لینا رجوع کہلاتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) طلاق دیتے وقت اور رجوع کرتے وقت گواہ مقرر کرنا مسنون ہے (۲) ایک طلاق یا دو طلاقیں تین طہر تک رجعی کہلاتی ہیں۔ (۳) رجعی طلاق کے بعد بغیر عقد جدید کے رجوع ہو سکتا ہے۔

۱۰۸۹: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما , أَنَّهُ لَمَّا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ "مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تنبیہ: اس کی تشریح وتخریج حدیث رقم ۱۰۷۳ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "اسے حکم دو وہ رجوع کرلے۔" (بخاری و مسلم)

۳۔ بَابُ الْإِيْلَاءِ وَالظِّهَارِ وَالْكَفَّارَةِ — ایلا، ظہار اور کفارہ کا بیان

۱۰۹۰: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ آلَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ وَحَرَّمَ ,فَجَعَلَ اَلْحَرَامَ حَلَالًا ,وَجَعَلَ لِلْيَمِينِ كَفَّارَةً. رَوَاهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ.

الترمذی، ابواب الطلاق، باب ماجاء فی الایلاء: ۱۲۲۱، ابن ماجة: ۲۰۷۲، البیهقی: ۳۵۲/۷، ابن سعد: ۲۱۳/۸، ابن حبان: ۴۲۷۷، ابن ابی شیبة: ۸۵/۳، ۱۲۸/۵، البغوی: ۲۳۴۴، احمد: ۲۰۰/۳، البخاری: ۳۷۸، ۱۹۳۳، ۵۲۹۱، النسائی: ۱۶۶/۴، ۱۶۷، عبدالرزاق: ۱۱۶۴۵، المعجم الاوسط: ۹۰۰۵

۱۰۹۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایلا کیا اور انہیں اپنے اوپر حرام قرار دیا، پھر آپ ﷺ نے حرام کو حلال کرلیا اور قسم کا کفارہ دیدیا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: **الایلاء**: یہ آلی یؤلی سے مصدر ہے۔ اسے ممدود پڑھا جاتا ہے اور اس کی جمع خطایا کے وزن پر آتی ہے، اس کے لغوی معنی قسم اٹھانے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ایسے شوہر کا جو وطی پر قادر ہو، اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر چار ماہ سے زیادہ عرصہ کیلئے جماع نہ کرنے کا اقرار کرنا ایلاء کہلاتا ہے، یہ حرام ہے کیونکہ اس سے واجب کا ترک کرنا لازم آتا ہے۔ آلیٰ : یہ مادہ بطور فعل لازم استعمال ہوتا ہے، اور اسے علیٰ کے ساتھ متعدی کیا جاتا ہے، کیونکہ اس سے بعد کا معنی لینا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن زیر مطالعہ حدیث میں اسے ؛من؛ کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے، ممکن ہے کہ

یہاں ؛من ؛تعلیل کیلئے ہو۔

تشریح: آپ ﷺ نے حلفاً فرمایا کہ "میں اپنی بیویوں کے پاس ایک ماہ تک نہیں جاوں گا۔" اس لیے آپ ﷺ کے عمل پر فقہی ایلا کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ ایلا کا دورانیہ کم از کم چار ماہ ہوتا ہے۔ اس روایت کو اگر چہ امام ترمذی نے مرفوع نقل کیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ شعبی اور مسروق بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں، جبکہ مسلمہ بن علقمہ مرفوع نقل کرتے ہیں اور موصوف مختلف فیہ ہیں اوران کی داؤد بن ابی ہند سے مروی روایات منکر ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایلا کیا اس وقت آپ ﷺ کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی، آپ ﷺ نے اپنے بالا خانہ میں انتیس روز قیام فرمایا، پھر آپ ﷺ نیچے تشریف لائے، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے تو ایک ماہ کیلئے ایلاء کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔"

ایلاء کرنے کے چار ماہ بعد اگر شوہر اپنی بیوی کے پاس نہ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ چار ماہ بعد یا تو اسے اپنی بیوی کے پاس جانا چاہیے یا پھر وہ اسے طلاق دیدے اور اسے معلق نہ رکھے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ایلاء، چار ماہ بعد طلاق بائنہ میں تبدیل ہو جائے گا۔ امام عبد الرزاق اور امام طبرانی نے اس قول کو حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ یہ روایت قتادہ معنعن بیان کرتے ہیں اور وہ معروف مدلس ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے یہی موقف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی بیان کیا ہے، لیکن یہ روایت اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے عطاء خراسانی کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے اس میں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا بھی یہی موقف بیان کیا ہے، لیکن یہ روایت عطاء کی وجہ سے ضعیف ہے، جیسا کہ امام بیہقی نے بیان کیا ہے۔

اصطلاحی ایلاء میں چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) شوہر حلفاً یہ کہے کہ وہ اپنی بیوی کی قبل میں جماع نہیں کرے گا اور اگر اس نے بغیر حلف کے کہا تو اصطلاحی ایلا نہ ہوگا۔

(۲) حلف اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی نام سے ہونا چاہیے، اگر کوئی قرآن و ایمان کا حلف اٹھاتا ہے تو وہ ایلا نہ ہوگا۔

(۳) حلف چار ماہ سے زائد ہو۔

(۴) قسم اٹھانے والا جماع کرنے پر قادر ہو۔

۱۰۹۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَقَفَ الْمُؤْلِي حَتَّى يُطَلِّقَ ,وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ حَتَّى يُطَلِّقَ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالیٰ: ۵۲۹۱، البیهقی: ۱۵۲۰۰ - ۱۵۲۱۱، المؤطا: ۵۵۶/۲

۱۰۹۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو ایلا کرنے والے کو حاکم کے سامنے پیش کیا جائے، پھر اس سے طلاق لے کر اسے آزاد کیا جائے، محض ایلا کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، طلاق تو طلاق دینے سے ہی واقع ہوگی۔ (بخاری)

۱۰۹۲: وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ رحمہ اللہ قَالَ أَدْرَكْتُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَقِفُونَ الْمُؤْلِي. رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ

مسند شافعی، کتاب الایلاء: ۱۳۹/۲، الام: ۲۶۵/۵، الدار قطنی: ۶۲/۴، البیهقی: ۱۵۲۰۰، معرفة السنن والآثار، کتاب الایلاء: ۴۵۲۰

۱۰۹۲: حضرت سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم سے زائد صحابہ سے ملاقات کی وہ سب ایلا کرنے والے کو کھڑا رکھتے

تھے۔(شافعی)

لغوی تحقیق: بضعۃ: باءمکسور اور ضاد ساکن، اس لفظ کا اطلاق تین سے نوتک ہوتا ہے۔

تشریح: حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی ایلاء کرنے والے کو اپنے سامنے کھڑا رکھتے تھے۔

۱۰۹۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ إِيلَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ ,فَوَقَّتَ اللَّهُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ ,فَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ,فَلَيْسَ بِإِيلَاءٍ. أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ.

البیہقی، کتاب الایلاء، باب الرجل یحلف لا یطأ امرأتہ ......: ۳۸۱/۷، سعید بن منصور: ۱۸۸۴، الطبرانی: ۱۱۳۵۶

۱۰۹۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ایلا کا دورانیہ ایک سال سے دوسال تک ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مدت چار ماہ مقرر فرما دی، چار ماہ سے کم مدت پر ایلا کا اطلاق نہیں ہوگا۔(بیہقی)

تشریح: قاضی شوکانی نے اس روایت کو سنن سعید بن منصور، مسند عبد بن حمید، طبرانی اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے، علامہ ہیثمی نے اس روایت کے رواۃ کو صحیح کے رواۃ قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) بیویوں سے مقاطعہ کیا جاسکتا ہے۔(۲) نبی ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے تادیباً مقاطعہ کیا تھا۔(۳) بیوی چار ماہ گزرنے سے قبل شوہر کو عدالت میں طلب نہیں کرسکتی۔(۴) چار ماہ گزرنے کے بعد اگر شوہر ازدواجی تعلقات قائم نہیں کرتا تو بیوی شوہر کو عدالت میں طلب کرنے کی مجاز ہے۔(۵) چار ماہ سے قبل ایلا کا حلف توڑا جاسکتا ہے، لیکن قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔(۶) قسم کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا کھلانا یا لباس پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر ان تمام چیزوں کی استطاعت نہ ہو تو پھر تین روزے رکھنا ہے (۷) ایلا سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

۱۰۹۴: وَعَنْهُ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ ,ثُمَّ وَقَعَ عَلَيْهَا ,فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ "إِنِّي وَقَعْتُ عَلَيْهَا قَبْلَ أَنْ أُكَفِّرَ ,قَالَ: "فَلَا تَقْرَبْهَا حَتَّى تَفْعَلَ مَا أَمَرَكَ اللَّهُ" رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَرَجَّحَ النَّسَائِيُّ إِرْسَالَهُ وَرَوَاهُ الْبَزَّارُ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ ,عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزَادَ فِيهِ "كَفِّرْ وَلَا تَعُدْ"

ابوداود، ابواب تفریع الطلاق، باب فی الظھار: ۲۲۲۱ ـ ۲۲۲۵، الترمذی: ۱۱۹۹، النسائی: ۱۶۷/۶، ابن ماجة: ۲۰۶۵، ابن الجارود: ۷۴۶، الحاکم: ۲۰۴/۲، البیہقی: ۳۸۶/۷، ابن حبان: ۴۲۷۹، احمد: ۴۱۰/۶

۱۰۹۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا پھر اس سے عمل زوجیت بھی کرلیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے کفارہ ادا کرنے سے قبل عمل زوجیت کرلیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اب اس وقت تک اس کے قریب مت جانا جب تک امر ربی کی تعمیل نہ کرلو۔ (اسے چاروں نے بیان کیا اور ترمذی نے صحیح کہا ہے، امام نسائی نے اس کے مرسل ہونے کو راجح قرار دیا ہے) امام البـــزار نے ایک دوسری سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں "کفارہ ادا کرو اور آئندہ ایسا مت کرنا۔"

لغوی تحقیق: ظـــاھـر: یہ ظھـر سے مشتق ہے، اس نے ظہار کیا، یعنی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میرے لئے ایسے ہے جیسے میری ماں کی پشت، ظہار کرنے والا چونکہ ظہر (پشت) کا لفظ بولتا ہے بنابریں اس عمل کو ظہار سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیز شوہر جب عمل زوجیت کرتا ہے تو وہ بھی اس وقت بیوی پر سوار ہوتا ہے۔ ممکن ہے اس وجہ سے اسے ظہار سے تعبیر کیا گیا ہو۔ وقع: یہ جماع سے کنایہ ہے۔ مـا امـرک اللـه: سے مراد قسم کا کفارہ ہے۔

تشریح: اس روایت کے تمام رواۃ اگرچہ ثقہ ہیں، تاہم امام ابوحاتم اور امام نسائی نے اسے مرسل کہا ہے، لیکن اس کی ایک مؤید طویل روایت حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) ظہار کرنے پر کفارہ ادا کرنا لازمی ہے۔ (۲) ظہار کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔ (۳) ایک وسق کھجوریں بھی دی جا سکتی ہیں۔ (۴) کفارہ کی ادائیگی سے قبل عمل زوجیت ممنوع ہے۔

۱۰۹۵: وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ ,فَخِفْتُ أَنْ أُصِيبَ اِمْرَأَتِي ,فَظَاهَرْتُ مِنْهَا ,فَانْكَشَفَ لِي مِنْهَا شَيْءٌ لَيْلَةً, فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا ,فَقَالَ لِي رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " حَرِّرْ رَقَبَةً" قُلْتُ مَا أَمْلِكُ إِلَّا رَقَبَتِي قَالَ "فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ" قُلْتُ وَهَلْ أَصَبْتُ اَلَّذِي أَصَبْتُ إِلَّا مِنْ اَلصِّيَامِ؟ قَالَ "أَطْعِمْ عَرَقًا مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّينَ مِسْكِينًا" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ, وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ اَلْجَارُود.

ابوداود، ابواب تفريع الطلاق، باب في الظهار: ۲۲۱۳ ـ ۲۲۱۴، الترمذی: ۱۲۱۸، ابن ماجة: ۲۰۶۲، ابن الجارود: ۷۴۴، الحاكم: ۲/۲۰۳، البيهقی: ۷/۳۹۰، ابن حبان: ۴۲۷۹، ابن خزيمة: ۲۳۷۸ ۱۹۴۷

تنبیہ: (۱) صاحب توضیح الاحکام نے اس ٹوکرے (فرق) کا وزن تین صاع نبوی ذکر کیا ہے، یہ یقیناً ان سے تسامح ہوا ہے۔ (۲) بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں؛ اطعم فرقا؛ ہے جبکہ بعض کے مطبوعہ نسخہ میں؛ اطعم عرقا؛ ہے۔

۱۰۹۵: حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رمضان کی آمد ہوئی اور مجھے خدشہ ہوا کہ میں کہیں اپنی بیوی سے جماع نہ کر لوں، چنانچہ اس خدشہ کے پیش نظر میں نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا، ایک رات اس کے جسم کا کچھ حصہ میرے سامنے برہنہ ہو گیا اور میں اس سے جماع کر بیٹھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں تو فقط اپنی گردن کا ہی مالک ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔" میں نے عرض کیا، یہ جو کچھ ہوا روزے ہی کی وجہ سے تو ہوا ہے۔ ارشاد ہوا" کھجوروں کا ایک ٹوکرا ساٹھ مساکین کو کھلا دو۔" (اسے احمد اور چاروں میں سے نسائی نے بیان نہیں کیا، ابن خزیمہ اور ابن جارود نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **اصیب امرأتی** : میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ **انکشف لی شیٔ** : اس کے جسم کا کوئی حصہ میرے لیے برہنہ ہو گیا، ایک روایت میں ہے کہ وہ رات چاندنی تھی، اس چاندنی رات میں میری نظر اس کی پازیب پر پڑ گئی۔ **حــرر** : حاء مفتوح اور راء اول مشدد مکسور، غلام آزاد کر۔ **فرقا** : فاء اور راء دونوں مفتوح، صاحب **مصباح** کا کہنا ہے کہ فرق اس ٹوکرے کو کہتے ہیں جس میں سولہ رطل اناج کے آنے کی گنجائش ہو، سولہ رطل عصر نبوی میں پندرہ صاع نبوی کے برابر تھے اور عصر حاضر میں اس کا وزن تقریباً ساڑھے سینتیس کلو بنتا ہے۔

تشریح: امام ابوداود، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام احمد، امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے یہ روایت سلیمان بن یسار کے طریق سے حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس روایت کو امام حاکم نے صحیح اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے، لیکن امام بخاری کے نزدیک یہ روایت منقطع ہے، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ سلیمان بن یسار نے سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔

حافظ عبدالحق نے بھی اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ سلیمان نے سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ بعض نے ابن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے بھی اس پر نقد کیا ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ یہ روایت شواہد کی روشنی میں صحیح ہے۔

اس مسئلہ کی بابت ایک روایت حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ کی ابتدائی آیات میرے اور میرے شوہر اوس بن صامت کے بارے میں نازل فرمائیں، وہ سخت مزاج بوڑھے آدمی تھے، ایک دن وہ میرے قریب ہوئے اور میں

نے اسے ٹال دیا، انہوں نے ناراض ہوکر؛ انت علی کظھر امی ؛ کہہ دیا، یعنی تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے، پھر وہ باہر نکل گئے اور اپنی قوم کی مجلس میں کچھ مدت کیلئے بیٹھ گئے، پھر واپس آئے اور میرے قریب ہونا چاہتے تھے، میں نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم نے جو کہا تھا اس کی وجہ سے اس وقت تک میرے قریب نہیں آنا جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ فیصلہ صادر نہ فرما دیں، وہ مجھ پر جھپٹ پڑے اور میں نے مزاحمت کی جس کے نتیجہ میں وہ میرے نیچے آ گئے، پھر میں اپنی کسی پڑوسن کے پاس آئی اور ان سے عاریتاً چادر لی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کو سارا واقعہ سنا دیا اور اس کی بدمزاجی کا تذکرہ بھی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "خولہ! اپنے عم زاد بوڑھے کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔" میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ وحی کا نزول شروع ہو گیا، اختتام وحی پر آپ ﷺ نے فرمایا: "خولہ! تیرے اور تیرے شوہر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ صادر فرما دیا۔" پھر آپ ﷺ نے ؛**قد سمع الله** سے لیکر **عذاب اليم** ؛ تک سورۃ مجادلہ کی (ابتدائی چار) آیات تلاوت فرمائیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ! اسے کہو کہ وہ ایک غلام آزاد کرے۔" میں نے عرض کیا، اس کے پاس کوئی غلام نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔" میں نے عرض کیا، وہ تو بوڑھے ہیں، روزے بھی نہیں رکھ سکتے، آپ ﷺ نے فرمایا: "ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجوریں کھلا دے۔" میں نے عرض کیا، اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ اس کے پاس اس قدر کھجوریں بھی نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں ایک عرق کھجوروں سے اس کی مدد کر دیتا ہوں۔" میں نے عرض کیا، اتنی ہی کھجوروں سے میں بھی اس کی مدد کر دیتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: "تو نے بہت اچھا کیا، جاؤ! یہ کھجوریں اس کی طرف سے صدقہ کر دو۔"

یہ روایت معمر بن عبداللہ بن حنظلہ کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ اسے فقط ابن حبان نے ہی ثقہ کہا ہے۔ حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی بیاضہ سے تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں جو روایت مروی ہے، اس میں بھی بنی بیاضہ کے ایک آدمی کا ذکر ہے اور وہ روایت بھی اس کی شاہد ہے۔

فقہی احکام: (۱) ظہار کرنا حرام ہے۔ (۲) جو شخص ظہار کر کے کفارہ ادا کرنے سے قبل جماع کر لیتا ہے وہ بڑا مجرم ہے۔ (۳) اس گناہ کی معافی توبہ اور کفارے سے ہوتی ہے۔ (۴) کفارے کی ادائیگی میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے یعنی سب سے پہلے غلام آزاد کرنا، عدم استطاعت کی صورت میں دو ماہ کے مسلسل روزے، عدم استطاعت کی صورت میں ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔

۴۔ بَابُ اللِّعَانِ لعان کا بیان

۱۰۹۶: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَأَلَ فُلَانٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ أَنْ لَوْ وَجَدَ أَحَدُنَا امْرَأَتَهُ عَلَى فَاحِشَةٍ ,كَيْفَ يَصْنَعُ؟ إِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ ,وَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ! فَلَمْ يُجِبْهُ ,فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ أَتَاهُ ,فَقَالَ إِنَّ الَّذِي سَأَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيتُ بِهِ ,فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْآيَاتِ فِي سُورَةِ النُّورِ ,فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِ وَوَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ، وَأَخْبَرَهُ أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ .قَالَ: لَا ,وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا ,ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا كَذَلِكَ ,قَالَتْ لَا ,وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهُ لَكَاذِبٌ ,فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ ,فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ ,ثُمَّ ثَنَّى بِالْمَرْأَةِ ,ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب اللعان: ۱۴۹۳، ابوداود: ۲۲۴۷، الترمذی: ۱۲۲۲، النسائی: ۶/ ۱۷۸، احمد: ۲/ ۱۹، الدارمی: ۲۲۳۱، ابن الجارود: ۷۵۲، ابن حبان: ۴۲۸۶، البیهقی: ۷/ ۴۰۴، ۴۰۵، الشافعی: ۲/ ۴۹، الحمیدی: ۶۷۱، البخاری: ۵۳۱۲

تنبیہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے، معلوم نہیں کہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو فقط مسلم کی طرف کیوں منسوب کیا ہے۔

١٠٩٦: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فلاں شخص نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بدکاری کرتے ہوئے پائے تو وہ کیا کرے؟ اگر وہ اس کا اظہار کسی سے کرتا ہے تو ایک نہایت قبیح بات کرتا ہے، اور اگر خاموشی اختیار کرتا ہے تو بدترین معاملہ کے بارے میں خاموشی اختیار کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا، جب وہ بعد میں حاضر خدمت ہوا تو اس نے عرض کیا، جس بات کا تذکرہ میں نے آپ ﷺ سے کیا تھا میں خود اس کا شکار ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور کی آیات نازل فرمائیں، آپ ﷺ نے وہ آیات اسے پڑھ کر سنائیں اور اسے وعظ و نصیحت فرمائی۔ اور اسے خبر دی کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں کہیں کم تر ہے، اس نے عرض کیا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا، میں نے اس پر جھوٹا الزام نہیں لگایا، پھر آپ ﷺ نے اس عورت کو طلب کیا اور اسے بھی اس کے شوہر جیسی وعظ و نصیحت فرمائی، اس نے کہا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق سے سرفراز فرمایا بلاشبہ وہ جھوٹا ہے، پھر اس آدمی نے قسمیں اٹھانے کا آغاز کیا اور چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کا حلف دیا، پھر آپ ﷺ نے عورت سے بھی حلف لیا، پھر ان دونوں کے درمیان جدائی فرما دی۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: **اللعان:** یہ **لعن** سے مشتق ہے، اس کے لفظی معنی پھینکنے اور دور کرنے کے ہیں، اس عمل کو لعان سے تعبیر کی وجہ تسمیہ یا تو پانچویں شہادت ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، یا اس کی وجہ تسمیہ معنوی رعایت کی وجہ سے ہے، کیونکہ اس کے نتیجہ میں زوجین کے مابین دائمی مفارقت پیدا ہو جاتی ہے۔ شرعی اصطلاح میں زوجین کا اپنی اپنی صداقت کا اظہار چار بار حلفاً کرنا اور پانچویں مرتبہ جھوٹے ہونے کی صورت میں شوہر کا خود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرنا اور بیوی کا شوہر کے سچا ہونے کی صورت میں خود پر اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ **الفاحشة:** ہر قبیح قول و عمل کو فحش کہتے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد بدکاری ہے۔ **ثنیٰ المرأة:** یہ تثنیہ سے ماخوذ ہے، یعنی شوہر کے بعد بیوی کو حلف دینے کیلئے طلب کیا۔

تشریح: جس طرح بدکاری ایک بڑا گناہ ہے، اسی طرح کسی کو بغیر بینہ کے بدکار کہنا بڑا جرم ہے، اسلام میں ان دونوں کی سزائیں سخت ترین ہیں، اس لیے مناسب تو یہ ہے کہ بدکاری کے عمل کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی خاموشی اختیار کی جائے اور اگر یہ برائی کوئی بدنصیب اپنی بیوی میں دیکھے تو اس جرم کی تشہیر کرنے کی بجائے اسے طلاق دے کر رخصت کر دے۔ اگر کسی نے جذبات کے تلاطم میں بہہ کر اپنی شریک حیات پر زنا کا الزام عائد کر دیا تو قاضی اس سے چار عادل عینی شاہد طلب کرے گا، عدم دستیابی کی صورت میں اسے لعان یا پھر اسی کوڑوں کی سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قاضی شوہر کو پند و نصائح کرے کہ اگر اس نے جھوٹا الزام عائد کیا ہے تو وہ اعتراف جرم کرے کیونکہ آخرت کی سزا دنیا کی سزا سے کہیں سخت تر ہے اور اگر وہ اپنے بیان پر مصر ہو تو پھر اس سے چار مرتبہ حلفیہ شہادت طلب کرے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد قاضی خاتون کو طلب کر کے اسے پند و نصائح کرے، اور آخرت کی سزا کا تصور حقیقی پیش کرے، مصر رہنے کی صورت میں اس سے چار مرتبہ حلفیہ شہادت طلب کرے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر اس کا شوہر سچا ہے تو اس پر اللہ کا غضب ہو۔

فقہی احکام: (١) حلفیہ شہادت کا آغاز شوہر کرے گا۔ (٢) بعد میں بیوی حلفیہ شہادت دے گی۔ (٣) لعان کے بعد دونوں کے مابین دائمی علیحدگی کر دی جائے گی۔ اس کے بعد ان کے ملاپ کی کوئی ممکنہ صورت باقی نہ رہے گی۔ (٤) لعان کے بعد طلاق کی کوئی ضرورت نہیں، اگر کوئی دے گا تو وہ عبث ہوگی۔ (٥) لعان کا اجرا فقط زوجین کیلئے ہے، کسی دوسرے پر الزام لگانے کی صورت میں بینہ یا پھر سزا کا سامنا ہے۔ (٦) شوہر

دخول کے بعد ماسوا خلع کے باقی تمام صورتوں میں حق مہر کی واپسی کے مطالبے کا مجاز نہیں۔(۷) جو مسئلہ درپیش نہ ہو اس کی بابت سوال کرنا یا بحث وتمحیص کرنا مکروہ ہے۔(۸) جھوٹی حلفیہ شہادت سے دنیاوی سزا سے تو بچ جائے گا لیکن اخروی سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔(۹) اسلام ظاہر پر فیصلہ کرتا ہے اور مخفی امور اللہ پر چھوڑتا ہے۔

۱۰۹۷:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ "حِسَابُكُمَا عَلَى اللَّهِ ,أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ ,لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا" قَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! مَالِي؟ قَالَ "إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا ,فَهُوَ بِمَا اِسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا ,وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا ,فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الطلاق، باب قول الامام للمتلاعنین ان احدکما کاذب...... : ۵۳۱۲، مسلم: ۱۴۹۳، ابوداود: ۲۲۵۷، النسائی: ۶/۱۷۷، احمد: ۲/۱۱، ابن الجارود: ۷۵۳، ابن حبان: ۴۲۸۷، البیهقی: ۷/۴۰۱، البغوی: ۲۳۶۹

۱۰۹۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والے جوڑے کیلئے فرمایا:"تمہارا حساب اللہ کے سپرد ہے، تم دونوں میں سے ایک تو جھوٹا ہے (پھر آپ ﷺ نے شوہر سے فرمایا) اب تیرا اس پر کوئی حق نہیں۔"اس نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرے مال کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"اگر تو نے اس کے بارے میں سچ کہا ہے تو تیرا مال اس لذت مباشرت کا معاوضہ ہے جس سے تو لطف اندوز ہوا ہے اور اگر تو نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو پھر تیرا مال اس بہتان کے مقابلہ میں کہیں کم تر ہے۔"(بخاری ومسلم)

۱۰۹۸:وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ ,أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ "أَبْصِرُوهَا ,فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَبْيَضَ سَبِطًا فَهُوَ لِزَوْجِهَا ,وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْدًا ,فَهُوَ اَلَّذِي رَمَاهَا بِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلم، کتاب اللعان: ۱۴۹۶، النسائی: ۶/۱۷۱، ۱۷۲، احمد: ۳/۱۴۲، ابن حبان: ۴۲۸۱، البیهقی: ۷/۴۰۵، ابوداود: ۲۲۵۳، البخاری: ۵۳۱۶

تنبیہ: مؤلفؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کو بخاری کی طرف بھی منسوب کیا ہے، لیکن بخاری میں یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

۱۰۹۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"اس عورت پر نظر رکھو اگر اس نے سفید رنگ کا سیدھے بالوں والا بچہ جنم دیا تو وہ اس کے شوہر کا ہے اور اگر سرمگین آنکھیں اور گھنگریالے بالوں والا بچہ جنم دیا تو پھر اسی کا ہے جس کے بارے میں شوہر نے بیان حلفی دیا ہے۔"بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: ابصروھا: ہمزہ قطعی ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے۔اس پر نظر رکھو۔ جاء ت بہ: اس میں؛ہ؛ کا مرجع وہ بچہ ہے جو لعان کے وقت حمل کی صورت میں اس عورت کے پیٹ میں موجود تھا۔ **سبطا**: سین مفتوح اور باء مکسور، سیدھے بال۔ **الجعد**: جیم مفتوح اور عین ساکن، گھنگریالے بال۔ اکحل: ہمزہ مفتوح، کاف ساکن اور حاء مفتوح، سرگیں آنکھیں، یعنی ایسی آنکھیں جن میں سرمہ لگا ہوا محسوس ہو۔

تشریح: اس حدیث کے مفصل طریق میں یہ وضاحت ہے کہ شکایت کرنے والے صحابی کا نام ہلال بن امیہ تھا، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی بیوی کے شریک بن سحماء کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں، نیز یہ صراحت بھی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا لعان حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی کے مابین ہوا۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ اس عورت نے گھنگریالے بالوں اور سرمگیں آنکھوں والا بچہ جنم دیا، اس جوڑے کے لعان سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے، اس میں مزید یہ صراحت بھی ہے کہ آپ

ﷺ نے فرمایا: "اگر میں بغیر چار عینی شاہدوں کی شہادت کے کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کر دیتا۔"

فقہی احکام: (۱) تولیدی مشابہت ہوتی ہے۔ (۲) بوقت ضرورت جاسوسی جائز ہے۔

(۳) شک کی بنا پر سزا دینا ممنوع ہے۔ (۴) حدود میں بینہ معتبر ہے قرائن نہیں۔

۱۰۹۹: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ رَجُلاً أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ الْخَامِسَةِ عَلَى فِيهِ ,وَقَالَ "إِنَّهَا مُوجِبَةٌ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابو داود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی اللعان: ۲۲۵۵، النسائی: ۶/۱۷۱، البیهقی: ۱۵۶۹۲

۱۰۹۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عورت پانچویں قسم اٹھانے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس عورت کے منہ پر ہاتھ رکھ دو" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ قسم جہنم کا موجب ہے۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں)

لغوی تحقیق: فيه: یہ اصل میں؛فوه؛ یعنی اس کی اصل؛یاء؛نہیں بلکہ؛واؤ؛ ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ اس کی جمع؛افواه؛ آتی ہے اور مسلم قاعدہ ہے کہ کسی بھی لفظ کی جمع یا تصغیر اسے اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے، اس لفظ کا شمار ان الفاظ میں ہوتا ہے جن کے مفرد اور جمع کے درمیان مطابقت نہیں۔ نیز اس کا شمار اسماء خمسہ مکبرہ میں ہوتا ہے، یہ معرب ہیں اور ان کا اعراب، اعراب بالحروف ہے۔ اس لفظ میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ اس کے عین اور لام کلمہ کو حذف کر کے دونوں کے عوض؛میم؛ لگائی جاتی ہے اور اس صورت میں اس کا اعراب، اعراب بالحرکت ہوتا ہے۔ موجبة: یہ قسم فیصلہ کن ہے۔

تشریح: مذکورہ الفاظ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہیں، ایک طریق میں مزید صراحت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ قسم واجب کرنے والی ہے۔" تو وہ عورت کچھ دیر کیلئے خاموش ہوئی اور اس نے اعتراف جرم کا ارادہ کر لیا لیکن پھر اس نے فوراً کہا، میں اپنے خاندان کو رسوا نہیں کر سکتی۔

فقہی احکام: (۱) لعان کرنے سے دنیاوی سزا ساقط ہو جاتی ہے۔ (۲) پند و نصائح کا سلسلہ آخری وقت تک جاری رہنا چاہیے۔

۱۱۰۰: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ تَلَاعُنِهِمَا قَالَ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ أَمْسَكْتُهَا ,فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان: ۵۳۰۸، مسلم: ۱۴۹۲، ابوداود: ۲۲۴۵، النسائی: ۱۴۳/۹، ۱۴۴، المؤطا: ۵۶۶/۲، الدارمی: ۲۲۲۹، احمد: ۳۳۶/۵، ۳۳۷، ابن حبان: ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، البیهقی: ۳۹۸/۷

۱۱۰۰: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے لعان کرنے والے جوڑے سے متعلق ایک تفصیلی روایت مروی ہے، جس کے آخر میں ہے کہ جب دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو شوہر نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! اب اگر اسے میں اپنے نکاح میں رکھوں تو اس کا مطلب ہوگا کہ میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے، چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے جواب کا انتظار کیے بغیر اسے تین طلاقیں دے دیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا تعلق حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی کے لعان سے ہے۔ جیسا کہ ان سے مروی ایک مفصل طریق میں عویمر عجلانی مذکور ہے۔ اس حدیث سے یہ دلیل لینا کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہو جاتی ہیں، محض سینہ زوری ہے۔ کیونکہ لعان فی نفسہ طلاق مغلظہ سے زیادہ شدید ہے، طلاق مغلظہ کے بعد تو اس جوڑے کے باہمی ملاپ کی دو ممکنہ صورتیں موجود ہوتی ہیں، لیکن لعان کے بعد تو ملاپ کی تمام صورتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔

لہٰذا لعان کے بعد طلاق دینا محض جذباتی تسکین ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کو اس عورت پر نظر رکھنے کا حکم دیا تھا اور اس عورت نے بچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق جنم دیا تھا، بنا بریں وہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب تھا۔

فقہی احکام: (۱) اگر کسی کی ناجائز حوصلہ شکنی ہوئی ہو تو اس کے جذباتی کلمات سے درگزر کرنا چاہیے۔ (۲) ایسا مسئلہ جو غیرت سے تعلق رکھتا ہو وہ کسی دوسرے کے ذریعے بھی دریافت کیا جا سکتا ہے۔ (۳) ولد زنا کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔

۱۱۰۱: **وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي لَا تَرُدُّ يَدَ لَامِسٍ . قَالَ "غَرِّبْهَا" قَالَ أَخَافُ أَنْ تَتْبَعَهَا نَفْسِي قَالَ "فَاسْتَمْتِعْ بِهَا" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالْبَزَّارُ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِلَفْظٍ قَالَ طَلِّقْهَا قَالَ لَا أَصْبِرُ عَنْهَا قَالَ "فَأَمْسِكْهَا "**

ابوداود، كتاب النكاح، باب النهى عن تزويج من لم يلد من النساء: ۲۰۴۹، النسائى، كتاب الطلاق، باب ماجاء فى الخلع: ۳۴۹۴، ۳۴۹۵، التلخيص: ۲۲۵/۳

۱۱۰۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، میری بیوی چھونے والے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے دور کر دو۔" اس نے عرض کیا، مجھے اندیشہ ہے کہ میرا دل اس کا پیچھا کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔" (اسے ابوداؤد اور البزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔) نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک دوسری سند سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے طلاق دے دو۔" اس نے عرض کیا، میں اس کی جدائی پر صبر نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اسے اپنے پاس رکھو۔"

لغوی تحقیق: **لا ترد يد لامس** : یہ غیر مردوں سے آزادانہ میل جول رکھتی ہے۔ یہ بدکاری سے قطعاً کنایہ نہیں ہے کیونکہ اگر اس سے اس کی مراد بدکاری ہو تو پھر یہ کھلا الزام ہے، یہ کیسے ممکن ہے، آپ ﷺ اس سے بینہ طلب نہ فرماتے؟۔ **غربها** : غین مفتوح اور راء مشدد مکسور، اسے طلاق دے کر اپنے سے دور کر دو یعنی غیر مردوں سے آزادانہ میل جول رکھنے والی عورت ایک غیرت مند مرد کی شایان شان نہیں۔ **تتبعها نفسى** : میرا دل اس کا مشتاق رہے گا اور میں اس کی مفارقت گوارا نہیں کر سکوں گا۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے **تلخيص** میں لکھا ہے کہ اس روایت کے موصول یا مرسل ہونے میں اختلاف ہے، امام نسائی نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔ امام ابن جوزی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ ایسی کوئی بھی روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔ امام ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام منذری نے اس کے رجال کو صحیحین کے رواۃ قرار دیا ہے۔ علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

۱۱۰۲: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ حِينَ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ "أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلَى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ ,فَلَيْسَتْ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ,وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللَّهُ جَنَّتَهُ ,وَأَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهُ –وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ– احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ ,وَفَضَحَهُ اللَّهُ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ,وَابْنُ مَاجَهْ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ**

ابوداود، تفريع ابواب الطلاق، باب التغليظ فى الانتفاء: ۲۲۶۳، النسائى: ۶/ ۱۷۹، ۱۸۰، ابن ماجة: ۲۷۴۳، الدارمى: ۲۲۳۸، ابن حبان: ۴۱۰۸ الشافعى: ۲/ ۴۹، الحاكم: ۲/ ۲۰۲، ۲۰۳، البيهقى: ۷/ ۴۰۳، البغوى: ۲۳۷۵، احمد: ۲/ ۲۶، الطبرانى: ۱۳۴۴۸، المعجم الاوسط: ۴۳۰۹

۱۱۰۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، جب لعان سے متعلق آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ

فرمارہے تھے، "جوعورت کسی خاندان میں ایسا بچہ شامل کردے جو اس خاندان سے نہ ہو، اس عورت کا اللہ کے نزدیک کوئی مقام نہیں اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی جنت میں کبھی داخل نہیں کرے گا اور جس مرد نے اپنے حقیقی بچہ کا انکار کیا، جب کہ وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اپنی زیارت نہیں کروائے گا اور اسے اول تا آخر تمام لوگوں کے روبرو رسوا کرے گا۔" (اسے ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو امام ابن حبان، امام حاکم اور امام دارقطنی نے صحیح کہا ہے، لیکن یہ روایت عبداللہ بن یونس کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ موصوف کو فقط امام ابن حبان نے ثقہ کہا ہے جبکہ اس سے یزید بن عبداللہ بن الھادی روایت کرتے ہیں۔ اس کی متابعت اگرچہ یحییٰ بن حرب نے کی ہے، لیکن وہ بھی مجھول ہے اور اس کا شاگرد موسیٰ بن عبیدہ بھی ضعیف ہے۔ اس کی متابعت بکار بن عبداللہ کے چچا نے بھی کی ہے لیکن وہ بھی مجھول ہے اور بکار بن عبداللہ کا شاگرد احمد بن عبداللہ الفریانانی جھوٹی روایات نقل کرنے میں مشہور ہے۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیر مطالعہ روایت کا نصف آخر حصہ صحیح سند سے مروی ہے۔

فقہی احکام: شک یا ضد کی بنا پر اپنے بچے کا انکار کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

۱۱۰۳: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ مَنْ أَقَرَّ بِوَلَدٍ طَرْفَةَ عَيْنٍ ,فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَنْفِيَهُ. أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ ,وَهُوَ حَسَنٌ مَوْقُوفٌ.

البيهقي، كتاب اللعان، باب الرجل يقر بحبل امرأته او بولدها مرة فلا يكون له نفيه بعده: ۱۵۷۶۹ ، ۱۵۷۷۰

۱۱۰۳: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس نے لمحہ بھر کیلئے اپنے بچے کو تسلیم کر لیا، اسے پھر انکار کا حق حاصل نہیں۔" اسے بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ قول حسن ہے۔

لغوی تحقیق: طرفة عين: طاء مفتوح اور راء ساکن، اس سے مراد انتہائی قلیل مدت ہے۔

تشریح: یہ روایت فی نفسہٖ تو سعید بن مجاہد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ امام زہری نے قبیصہ بن ذؤیب سے جو روایت نقل کی ہے اس کی روشنی میں اسے حسن کہا جاسکتا ہے۔ قبیصہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جس نے اپنے اس بچے کا انکار کر دیا تھا جو ابھی شکم مادر میں تھا، پھر اس کا اقرار کر لیا، لیکن وضع حمل کے بعد پھر انکار کر دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو اپنی بیوی پر الزام لگانے کی وجہ سے اسی کوڑے لگوائے اور بچہ بھی اس کے سپرد کر دیا۔

۱۱۰۴: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ؟ قَالَ "هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟" قَالَ نَعَمْ قَالَ "فَمَا أَلْوَانُهَا؟" قَالَ حُمْرٌ قَالَ "هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟" قَالَ نَعَمْ قَالَ "فَأَنَّى ذَلِكَ؟" قَالَ لَعَلَّهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ قَالَ "فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزَعَهُ عِرْقٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ وَهُوَ يُعَرِّضُ بِأَنْ يَنْفِيَهُ وَقَالَ فِي آخِرِهِ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ

البخاري، كتاب الطلاق، باب اذا عرض بنفي الولد: ۵۳۰۵، مسلم: ۱۵۰۰ ،الترمذي: ۲۱۲۸، النسائي: ۱۷۸/۶ ، ۱۷۹، ابن ماجة: ۲۰۰۲، احمد: ۲۳۹/۲، ابن حبان: ۴۱۰۶، ۴۱۰۷

۱۱۰۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میری بیوی نے سیاہ رنگ کا بچہ جنم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیرے پاس اونٹ ہیں؟" اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کے رنگ کیسے ہیں؟" عرض کیا، سرخ۔ ارشاد ہوا "ان میں کوئی خاکستر رنگ کا بھی ہے؟" عرض کیا، جی ہاں۔ ارشاد ہوا "یہ کہاں سے آ گیا؟" اس نے عرض کیا، اسے کوئی رگ کھینچ لائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ممکن ہے کہ تیرے اس بیٹے کو بھی کوئی رگ کھینچ لائی ہو۔" (بخاری و مسلم) اور مسلم میں ہے، وہ اس بچے کا اشارۃً انکار کر رہا تھا۔ اور اس

روایت کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسے انکار کرنے کی اجازت نہ دی۔

لغوی تحقیق: حمر: حاء مضموم اور راء ساکن، یہ احمر کی جمع ہے۔ اورق: ہمزہ مفتوح اور واؤ ساکن، سیاہی مائل رنگ۔

تشریح: اس شخص کا تعلق بنوفزارہ قبیلے سے تھا، اس کے ہاں جنم لینے والے بچے کا رنگ اس کے اور اس کی بیوی کے رنگ سے مختلف تھا، اس لیے اسے تردد ہوا، اور اس نے آپ ﷺ سے اس تردد کا اظہار کیا، آپ ﷺ نے نہایت حکیمانہ انداز سے اس کا تردد زائل کر دیا۔

فقہی احکام: (۱) تردد کا اظہار قذف کے زمرے میں نہیں آتا۔ (۲) محض رنگت اور شکل وصورت کے اختلاف کی وجہ سے اپنے بچے کا انکار درست نہیں۔ (۳) کسی کو مسئلہ سمجھانے کیلئے عام فہم مثال سے مدد لینا مسنون ہے۔

۵۔ بَابُ الْعِدَّةِ وَالْاِحْدَادِ، وَ الْاِسْتِبْرَاءِ، وَغَيْرِ ذَلِكَ — عدت، سوگ اور استبراء رحم وغیرہ کا بیان

۱۱۰۵: عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ رضی اللہ عنہا نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ ,فَجَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ ,فَأَذِنَ لَهَا ,فَنَكَحَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الطلاق، باب واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن : ۵۳۲۰، النسائی: ۶/ ۱۹۰، ابن ماجة: ۲۰۲۹، مسلم: ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ابن حبان: ۴۲۹۸

۱۱۰۵: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ نے اپنے شوہر کی وفات کے چند دن بعد بچہ جنم دیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے نکاح کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے اسے اجازت عنایت فرما دی اور اس نے نکاح کر لیا۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: العدة: عین مکسور اور دال مشدد، یہ عدد سے ماخوذ ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مدت انتظار ہے جو عورت اپنے شوہر کی جدائی کے بعد گزارتی ہے، خواہ اس جدائی کا سبب طلاق ہو یا فسخ نکاح یا شوہر کی وفات۔ الاحداد : یہ مصدر ہے، اس کے لغوی معنی رکنے کے ہیں، یہاں اس سے مراد عورت کا زیب وزینت سے رک جانا ہے، عرف عام میں اسے سوگ منانا کہتے ہیں۔ الاستبراء: یہ بھی مصدر ہے، اس سے مراد رحم کا حمل سے خالی ہونا ہے۔ سبیعه: سین مضموم، باء مفتوح اور یاء ساکن، یہ سبع کی تصغیر ہے۔ نفست: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے نون مضموم اور فاء مکسور ہے، وہ افعال جس کا صدور اگرچہ انسان سے ہوتا ہے، لیکن اس کے ظہور میں انسان کا اپنا عمل دخل نہیں ہوتا، وہ مجہول ہی استعمال ہوتے ہیں، مثلاً پیدائش سے متعلق ولد، وضع حمل سے متعلق 'نُفِسَت' اور وفات سے متعلق 'تُوُفِّيَ' وغیرہ۔ امام نووی فرماتے ہیں، اگر یہ صیغہ معروف استعمال ہو (یعنی نون مفتوح اور فاء مکسور) تو اس وقت اس کے معنی حائضہ ہونے کے ہیں اور جب مجہول استعمال ہو تو پھر بچہ جنم دینے کے ہیں۔

تشریح: اسلام نے طلاق، فسخ نکاح یا شوہر کی وفات کی وجہ سے عورت پر عدت فرض کی ہے، اس میں بہت اسرار وحکم پنہاں ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں۔ (۱) شوہر نے اگر جذبات کی رو میں بہہ کر طلاق دی ہے تو اسے اپنے اس فیصلے پر غور کرنے کا موقع مل جاتا ہے، ممکن ہے کہ وہ اپنے اس فعل پر نادم ہو کر اپنا فیصلہ واپس لے لے اور ہمیشہ کیلئے دو خاندانوں کے درمیان عداوت ونفرت کی بھڑکنے والی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔ (۲) عدت کا دوسرا مقصد برأت رحم ہے یعنی یہ واضح ہو جائے کہ یہ عورت کہیں حاملہ تو نہیں، اگر وہ حاملہ ہو تو پھر کوئی دوسرا مرد اس سے نکاح کر کے

اس سے اس وقت تک خلوت نہیں کرسکتا جب تک وضع حمل نہ ہو جائے ، عدت کی اس حکمت عملی سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب خالص رہتا ہے۔صحیح مسلم میں یہی روایت حضرت ام سلمہ اور خود حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہیں۔(۲) حاملہ عورت وضع حمل کے فوراً بعد عقد ثانی کرسکتی ہے، لیکن شوہر اس کے ساتھ اس وقت تک خلوت صحیحہ نہیں کرسکتا جب تک وہ زچگی سے پاک نہیں ہو جاتی۔

۱۱۰۶: وَأَصْلُهُ فِي اَلصَّحِيحَيْنِ وَفِي لَفْظٍ، أَنَّهَا وَضَعَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً. وَفِي لَفْظٍ لِمُسْلِمٍ ,قَالَ اَلزُّهْرِيُّ، وَلَا أَرَى بَأْسًا أَنْ تَزَوَّجَ وَهِيَ فِي دَمِهَا ,غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَطْهُرَ.

البخاری، کتاب التفسیر، باب واولات الاحمال ......: ۴۹۰۹، مسلم: ۱۴۸۴، الترمذی: ۱۲۱۲، النسائی: ۶/ ۱۹۱ ـ ۱۹۴، احمد: ۶/ ۳۱۲، ابن حبان: ۴۲۹۴، المؤطا: ۲/ ۵۹۰

۱۱۰۶: اس کی اصل بخاری اور مسلم دونوں میں ہے، ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنے شوہر کی وفات کے چالیس روز بعد بچہ جنم دیا، مسلم میں ہے کہ امام زہری نے فرمایا، حالت نفاس میں نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ خیال نہیں کرتا، لیکن اس صورت میں مرد اس کے قریب اس وقت نہیں جاسکتا جب تک وہ نفاس سے پاک نہیں ہو جاتی۔

تشریح: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں یہ مذکور ہے کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے قتل کے چالیس دن بعد بچہ جنم دیا جبکہ دیگر روایات میں ان کے شوہر کا طبعی موت مرنا مذکور ہے۔امام مسلم نے امام زہری کے قول کو حضرت سبیعہ اسلمیہ سے مروی حدیث کے ضمن میں نقل کیا ہے۔اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ ان کے شوہر سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ حج الوداع کے موقع پر طبعی موت فوت ہوئے تھے۔ابن حبان نے مسور سے یہ جو روایت نقل کی ہے اس میں اس کے شوہر کی وفات کے چند دن بعد کا ذکر ہے۔

۱۱۰۷: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ أُمِرَتْ بَرِيرَةُ أَنْ تَعْتَدَّ بِثَلَاثِ حِيَضٍ. رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَهْ ,وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ ,لَكِنَّهُ مَعْلُولٌ.

ابن ماجة، ابواب الطلاق، باب خیار الامة اذا اعتقت: ۲۰۷۷

۱۱۰۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو تین حیض عدت گزارنے کا حکم دیا گیا۔(ابن ماجہ) اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں تاہم یہ روایت معلول ہے۔

لغوی تحقیق: امرت: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے ہمزہ مضموم اور میم مکسور ہے۔یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا گیا، متن حدیث میں اگر چہ مذکور نہیں کہ حکم دینے والا کون ہے؟ لیکن قرائن کی وجہ سے یہ امر یقینی ہے کہ اسے یہ حکم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دیا تھا۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے، امام بوصیری نے اس روایت کی سند کو صحیح اور اس کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے۔ابن عبدالهادی نے بھی اس کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے، علامہ ناصر الدین البانی نے بھی اس سند کو صحیح کہا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں لیکن اس روایت کی سند میں دو مدلس راوی ہیں یعنی سفیان اور ابراہیم نخعی، اور دونوں نے اپنے اپنے شیوخ سے یہ روایت معنعن نقل کی ہے۔ممکن ہے کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اسی علت کی طرف اشارہ کیا ہو۔

۱۱۰۸: وَعَنِ اَلشَّعْبِيِّ ,عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہا, عَنِ اَلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي اَلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا "لَيْسَ لَهَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها: ۱۴۸۰، ابوداود: ۲۲۸۴، الترمذی: ۱۱۴۹، النسائی: ۶/ ۷۵، ۷۶، ابن ماجة: ۲۰۳۵، احمد: ۶/ ۴۱۲، ابن حبان: ۴۲۵۰، ۴۲۵۱، ۴۲۹۱، ابن ابی شیبة: ۵/ ۱۴۶، الدارمی: ۲/ ۱۶۵، الدارقطنی: ۴/ ۲۳، ۲۴،

البیھقی: ۷/۴۷۵، الطبرانی: ۹۳۴/۲۴، المعجم الاوسط: ۱۶۲۳

۱۱۰۸: امام شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے نقل کیا ہے وہ نبی کریم ﷺ سے مطلقہ ثلاثہ کے بارے میں روایت کرتی ہیں کہ "اس کیلئے قیام وطعام اور خرچہ نہیں۔" مسلم

تشریح: اس متن میں اگر چہ یہ صراحت نہیں کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں ایک ساتھ دی گئی تھیں یا تین مختلف اوقات میں دی گئی تھیں، لیکن ان سے مروی بعض طرق میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ انہیں تین طلاقیں نہ صرف تین مختلف اوقات میں دی گئی تھیں بلکہ ان کے شوہر نے پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجوع بھی کر لیا تھا۔

ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت ایک عورت کے قول کی وجہ سے ترک نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ قول منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ ابراہیم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ امام دارمی اور امام دارقطنی نے یہ قول موصولاً نقل کیا ہے، لیکن یہ موصول روایت ابراہیم کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) مرد پر مطلقہ عورت کا قیام وطعام اس وقت تک لازم ہے جب طلاق رجعی ہو۔

(۲) طلاق مغلظہ کے بعد عورت قیام وطعام اور نان ونفقہ کا حق نہیں رکھتی۔

۱۱۰۹: وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ "لَا تَحِدَّ امْرَاَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ,وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا ,إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ ,وَلَا تَكْتَحِلُ ,وَلَا تَمَسُّ طِيبًا ,إِلَّا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ أَوْ أَظْفَارٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَلِأَبِي دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيِّ مِنَ الزِّيَادَةِ "وَلَا تَخْتَضِبُ" وَلِلنَّسَائِيِّ "وَلَا تَمْتَشِطُ"

المسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ و تحریمہ فی غیر ذالک الا ثلاثۃ ایام: ۹۳۸، البخاری: ۵۳۴۱ ـ ۵۳۴۳، ابوداود: ۲۳۰۲، ۲۳۰۳، النسائی: ۲۰۳/۶، ۲۰۴، ابن ماجۃ: ۲۰۸۷، احمد: ۴۰۸/۶، ابن الجارود: ۷۶۶، الدارمی: ۲۲۸۶، البیھقی: ۴۳۹/۷

۱۱۰۹: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ مت منائے، ہاں اپنے شوہر پر وہ چار ماہ دس دن سوگ منائے، اس دوران وہ رنگین لباس زیب تن نہ کرے، البتہ وہ رنگے ہوئے دھاگے سے بنا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے، وہ سرمہ مت لگائے، خوشبو استعمال نہ کرے، ہاں جب وہ حیض سے پاک ہو تب وہ عود ہندی یا اظفار کی انتہائی کم مقدار استعمال کر سکتی ہے۔ (بخاری و مسلم) مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں، ابوداؤد اور نسائی میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ "وہ بالوں کو رنگ بھی نہ دے۔" اور نسائی میں ہے کہ "وہ کنگھی بھی مت کرے۔"

لغوی تحقیق: **لا تحد**: علامت مضارع مضموم اور حاء مکسور، دال کو مرفوع اور مجزوم ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، اول صورت میں لائے نفی اور دوسری صورت میں لائے نہی ہوگا، یعنی عورت سوگ مت منائے یا نہیں منائے گی۔ **مصبوغا**: پھول دار یا رنگین کپڑا۔ **عصب**: عین مفتوح اور صاد ساکن، علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یمنی چادروں سے بنا ہوا لباس ہے، یمنی لوگ سوت کو باندھ کر رنگ دیتے تھے جس کی وجہ سے سوت کے بعض حصے رنگین ہو جاتے تھے اور بعض سفید ہی رہ جاتے تھے پھر وہ اس سوت سے دھاری دار کپڑا تیار کرتے تھے۔ **نبذۃ**: نون مضموم اور باء ساکن، کسی چیز کا معمولی سا ٹکڑا۔ **قسط**: قاف مضموم اور سین ساکن، خوشبو کی ایک قسم جس کے ساتھ زچہ وبچہ کو دھونی دی جاتی تھی۔ **اظفار**: ہمزہ مفتوح اور ظاء ساکن، یہ بھی خوشبو کی ایک قسم ہے، اس کے ساتھ بھی دھونی دی جاتی تھی۔ یہ وزن تو جمع کا ہے لیکن اس کا واحد اسی مادے سے

مستعمل نہیں۔ **لا تختضب** :بالوں کورنگ مت دے۔ **لا تمتشط**: کنگھی مت کرے۔

فقہی احکام: (۱) جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس دن تک پھول دار یا رنگین کپڑے زیب تن نہیں کر سکتی۔(۲) خوشبو کا ہلکا سا استعمال کر سکتی ہے۔(۳) سرمہ نہیں لگا سکتی۔(۴) کنگھی نہیں کر سکتی۔(۵) سرخی پوڈر استعمال نہیں کر سکتی۔

۱۱۱۰: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ﷞ قَالَتْ جَعَلْتُ عَلَى عَيْنِي صَبِرًا ,بَعْدَ أَنْ تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ ,فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِنَّهُ يَشُبُّ الْوَجْهَ ,فَلَا تَجْعَلِيهِ إِلَّا بِاللَّيْلِ ,وَانْزِعِيهِ بِالنَّهَارِ ,وَلَا تَمْتَشِطِي بِالطِّيبِ ,وَلَا بِالْحِنَّاءِ ,فَإِنَّهُ خِضَابٌ" قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ أَمْتَشِطُ؟ قَالَ "بِالسِّدْرِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

ابو داود، تفریع ابواب الطلاق، باب فیما تجنبه المعتدة فی عدتها: ۲۳۰۵، النسائی: ۶/ ۲۰۴، ۲۰۵، ابن حبان: ۴۳۰۶، احمد: ۶/۳۰۲، ابن الجارود: ۷۶۷، البیهقی: ۷/۴۴۰، عبدالرزاق: ۱۲۱۱۴، الطبرانی: ۲۳/۸۳۸، التلخیص: ۳/۲۳۹

۱۱۱۰: حضرت ام سلمہ ﷝ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوسلمہ ﷜ کی وفات کے بعد اپنی آنکھ پر مصبر کا لیپ کر لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ چہرے کو چمکدار بناتا ہے، اس لیے اس کا استعمال رات کے وقت کریں اور دن کے وقت اسے صاف کر دیا کریں، خوشبو اور مہندی مت لگائیں، اور خوشبو لگا کر کنگھی مت کریں، مہندی بھی خضاب ہے۔" میں عرض کیا، پھر کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیری کے پتوں کے ساتھ۔" اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

لغوی تحقیق: **الصبر** :صاد مفتوح اور با مکسور، یہ ایک کڑوے درخت کا عصارہ ہے، آنکھوں کی تکلیف رفع کرنے کیلئے اس کا لیپ آنکھوں کے اردگرد کیا جاتا ہے۔ **یشب**: علامت مضارع مفتوح اور شین کو مضموم اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے۔ یعنی چہرے کو جلا بخشتا ہے۔ **السدر** : سین مکسور اور دال ساکن یہ **سدرة** کی جمع ہے، بیری۔

تشریح: مؤلف ؒ نے بلوغ المرام میں اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے، جبکہ تلخیص میں حافظ عبدالحق اشبیلی کے حوالے سے اسے مغیرہ بن ضحاک کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں کنگھی کی ممانعت کی قید اتفاقی ہے، جبکہ اصل ممانعت خوشبو اور خضاب لگانے کی ہے۔ یعنی اس حدیث کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ خوشبو اور خضاب لگانے کے بعد کنگھی کرنا ممنوع ہے بلکہ خوشبو اور خضاب لگانا ممنوع ہے۔ جیسا کہ ان سے مروی ایک طریق میں خضاب وغیرہ کی ممانعت کا ذکر کنگھی کی قید کے بغیر بھی مذکور ہے۔ اور یہ روایت صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس دن تک خوشبو اور خضاب نہیں لگا سکتی۔ (۲) مصبر کا استعمال بھی نہیں کر سکتی۔ اگر مصبر کا استعمال بطور علاج ہو تو پھر اس کی اجازت صرف رات کے وقت ہے۔ (۳) ایام عدت میں عورت بوقت ضرورت غیر مرد سے بات کر سکتی ہے۔

۱۱۱۱: وَعَنْهَا ﷝ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ ابْنَتِي مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا ,وَقَدْ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا أَفَنَكْحُلُهَا؟ قَالَ "لا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفیٰ عنها اربعة اشهر و عشراً: ۵۳۳۶، مسلم: ۱۴۸۸، ابوداود: ۲۲۹۹، الترمذی: ۱۲۱۷، النسائی: ۶/۲۰۲، ابن حبان: ۴۳۰۴، البیهقی: ۷/۴۳۷، ابن ماجة: ۲۰۸۴، احمد: ۶/۳۲۴، ۳۲۵، الطبرانی: ۲۳/۴۲۰

۱۱۱۱: حضرت ام سلمہ ﷝ ہی سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے، اور وہ آشوب چشم کی مریض ہے، کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں۔"

لغوی تحقیق: **اشتکت عینها**: **عینها** کے نون کو مرفوع اور منصوب ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، مرفوع ہونے کی صورت میں یہ؛ **اشتکت**؛ کا

فاعل ہے، یعنی اس کی آنکھ میں تکلیف ہے اور منصوب ہونے کی صورت میں مفعول ہے، اور فاعل ضمیر مستتر ؛ھـــی ؛ ہے، یعنی اس کی بیٹی نے اپنی آنکھوں کی تکلیف کی شکایت کی ہے۔

فقہی احکام: (۱) سرمہ کا استعمال بطور زینت ممنوع اور بطور علاج جائز ہے۔ (۲) اگر سرمہ کو بطور علاج استعمال کرنا ضروری ہو تو پھر رات کے وقت آنکھوں میں لگایا جائے اور صبح کے وقت آنکھیں اچھی طرح دھو لی جائیں۔

۱۱۱۲: **وَعَنْ جَابِرٍ ﷜ قَالَ طُلِّقَتْ خَالَتِي ,فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ ,فَأَتَتِ اَلنَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ "بَلْ جُدِّي نَخْلَكِ ,فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِي ,أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.**

مسلم، کتاب الطلاق، باب جواز خروج المعتدة البائن و المتوفیٰ عنها زوجها في النهار لحا جتها: ۱۴۸۳، ابوداود: ۲۲۹۷، النسائی: ۲۰۹/۶، ابن ماجة: ۲۰۳۴، احمد: ۳۲۱/۳

۱۱۱۲: حضرت جابر ﷜ نے بیان کیا کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی، اس نے اپنی کھجور کا پھل اتارنا چاہا تو ایک آدمی نے انہیں گھر سے باہر نکلنے سے سختی سے منع کر دیا، وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کھجوریں اتار سکتی ہو، ہوسکتا ہے کہ تم اس میں کچھ صدقہ کردو یا کوئی اور کار خیر کرلو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: جدی: جیم مضموم اور دال مشدد مکسور یعنی اپنے درختوں کا پھل اتارنے کیلئے گھر سے باہر جاسکتی ہو۔

فقہی احکام: مطلقہ اپنی عدت کے ایام میں بوقت ضرورت گھر سے باہر جاسکتی ہے لیکن رات اپنے گھر واپس آ کر گزارے گی۔

۱۱۱۳: **وَعَنْ فُرَيْعَةَ بِنْتِ مَالِكٍ أَنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ فَقَتَلُوهُ قَالَتْ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي فَإِنَّ زَوْجِي لَمْ يَتْرُكْ لِي مَسْكَنًا يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةً ,فَقَالَ "نَعَمْ" فَلَمَّا كُنْتُ فِي اَلْحُجْرَةِ نَادَانِي ,فَقَالَ " اُمْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ اَلْكِتَابُ أَجَلَهُ ."قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا " قَالَتْ فَقَضَى بِهِ بَعْدَ ذَلِكَ عُثْمَانُ. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,والذُّهْلِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ وَغَيْرُهُمْ.**

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب في المتوفیٰ عنها تنتقل: ۲۳۰۰، الترمذی: ۱۲۰۴، النسائی: ۱۹۹/۶، ۲۰۰، ابن ماجة: ۲۰۳۱، الدارمی: ۲۲۸۷، احمد: ۳۷۰/۶، ۴۲۰، الرسالة: ۱۲۱۴، الشافعی: ۵۳/۲، ابن حبان: ۴۲۹۲، ۴۲۹۳، البیهقی: ۴۳۴/۷، ۴۳۵، ابن سعد: ۳۶۸/۸، الحاکم: ۲۰۸/۲

۱۱۱۳: حضرت فریعہ ﷝ سے روایت ہے کہ ان کے شوہر اپنے مفرور غلاموں کی تلاش میں نکلے اور ان غلاموں نے انہیں شہید کر دیا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے میکے جانے کی اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ میرے شوہر نے میرے لیے کوئی قیام گاہ ایسی نہیں چھوڑی جو اس کی ملکیت میں ہو، اور نہ نان ونفقہ چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" (تم جاسکتی ہو) جب میں حجرے میں پہنچی تو آپ ﷺ نے مجھے آواز دی اور فرمایا: "تم اس وقت تک اپنے اسی گھر میں قیام کرو جب تک عدت پوری نہیں ہوجاتی۔" وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اسی گھر میں چار ماہ دس دن بسر کیے، اس نے بیان کیا کہ حضرت عثمان ﷜ نے بھی اس کے بعد ایسا ہی فیصلہ صادر فرمایا۔ (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے، ترمذی، ذہلی، ابن حبان اور حاکم وغیرہم نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: اعبد: یہ عبد کی جمع ہے اور یہ وزن قلت کیلئے استعمال ہوتا ہے، یعنی چند غلام۔ الحجرة: حاء مضموم اور جیم ساکن، گھر۔ امکثی: اپنے گھر ہی میں قیام کرو۔ حتی یبلغ الکتاب اجله: یہاں تک کہ تم اپنی عدت پوری کرلو۔

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے پاس بھی اسی قسم کی ایک درخواست آئی، انہوں نے فریعہ بن مالک سے یہ مسئلہ دریافت کرنے کیلئے ان کے پاس ایک قاصد بھیجا، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سے آگاہ کیا تو انہوں نے اسی کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمایا۔

فقہی احکام: (۱) جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ اسی گھر میں عدت گزارے جس میں وہ اپنے شوہر کے ہمراہ رہتی تھی اگرچہ وہ گھر کرایہ پر ہی کیوں نہ ہو۔ (۲) اگر وہ مکان غیر محفوظ ہو تو پھر وہ کسی محفوظ مقام پر منتقل ہو سکتی ہے۔ (۳) اگر اس کے پاس کرایہ دینے کیلئے رقم نہ ہو تو عزیز و اقارب اس کے ساتھ تعاون کریں۔

۱۱۱۴: **وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! إِنَّ زَوْجِي طَلَّقَنِي ثَلَاثًا ,وَأَخَافُ أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيَّ ,قَالَ فَأَمَرَهَا, فَتَحَوَّلَتْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.**

مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها: ۱۴۸۰ ـ ۱۴۸۲، النسائی: ۱۵۰/۶، ابن ماجة: ۲۰۳۳، ابن حبان: ۴۲۵۰ ـ ۴۲۵۴

۱۱۱۴: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی شخص میرے گھر میں گھس کر مجھ پر زیادتی نہ کرے، آپ ﷺ نے اسے وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت مراحمت فرمادی۔

تشریح: ان سے یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، ایک طریق میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے چچازاد بھائی عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں دوران عدت قیام کرنے کی اجازت عنایت فرمادی۔

۱۱۱۵: **وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَا تُلْبِسُوا عَلَيْنَا سُنَّةَ نَبِيِّنَا ,عِدَّةُ أُمِّ اَلْوَلَدِ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا سَيِّدُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَهْ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ ,وَأَعَلَّهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ بِالِانْقِطَاعِ.**

ابوداود، تفريع ابواب الطلاق، باب في عدة ام الولد: ۲۳۰۸، ابن ماجة: ۲۰۸۳، احمد: ۲۰۳/۴، ابن الجارود: ۷۶۹، الدارقطنی: ۳۰۹/۳، الحاكم: ۲۰۹/۲، البيهقی: ۴۴۷/۷، ۴۴۸، ابن حبان: ۴۳۰۰، مسند ابی یعلیٰ: ۳۴۲/۲، مصنف ابن ابی شيبة: ۱۶۲/۵

۱۱۱۵: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت ہم پر خلط ملط مت کرو، جب ام الولد کا مالک فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اسے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے جبکہ امام دارقطنی نے اس میں انقطاع کی علت بتائی ہے۔

لغوی تحقیق: **لا تلبسوا:** خلط ملط مت کرو۔ **ام الولد:** ایسی لونڈی جسے اس کے مالک کا حمل ٹھہر جائے اور وہ بچے کو جنم دے۔

تشریح: کہا جاتا ہے کہ یہ روایت سنداً اور معناً معلول ہے۔ (۱) سنداً تو اس لیے معلول ہے کہ قبیصہ بن ذوئیب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، امام دارقطنی کہتے ہیں کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے اس کا سماع ثابت نہیں۔ امام دارقطنی کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ (۲) مطر بن طهمان نامی راوی کو چند نامور ماہرین فن نے ضعیف کہا ہے۔ یہاں تک تو درست ہے، لیکن مطر کا متابع قتادہ موجود ہے۔ معناً اس لیے معلول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ام الولد کی عدت چار ماہ دس دن مقرر نہیں فرمائی، جیسا کہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ تاہم اس روایت کو نص قطعی کی تائید حاصل ہے، اس لیے یہ روایت صحیح ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے نص قطعی سے استنباط کرتے ہوئے اسے سنت قرار دیا ہو۔

۱۱۱۶: **وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ إِنَّمَا اَلْأَقْرَاءُ; اَلْأَطْهَارُ. أَخْرَجَهُ مَالِكٌ فِي قِصَّةٍ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ.**

المؤطا: ۵۷۶/۲

۱۱۱۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا؛ ؛اقراء؛ سے مراد طہر ہی ہیں۔(اسے مالک، احمد اور نسائی نے ایک طویل واقعہ کے ضمن میں نقل کیا ہے۔)

تشریح: قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے مطلقہ عورت کی عدت تین قروء بیان فرمائی ہے۔ قروء بمعنی طہر بھی اور بمعنی حیض بھی مستعمل ہے، یہاں اس سے مراد طہر ہے یا حیض؟ اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک تو قروء سے مراد طہر ہیں، امام شافعی کی بھی یہی رائے ہے، فقہاء مدینہ اور امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا کہنا ہے کہ اس سے مراد حیض ہے۔

۱۱۱۷: **وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ طَلَاقُ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ ,وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَأَخْرَجَهُ مَرْفُوعًا وَضَعَّفَهُ.**

الدارقطنی، کتاب الطلاق: ۴/ ۳۸، ابن ماجة: ۲۰۷۹، المؤطا: ۲/ ۵۷۴، البیهقی: ۷/ ۳۶۹، الاحکام الوسطی: ۶/ ۲۴۳، ۲۴۴، بیان الوهم والایهام: ۱۹۳

۱۱۱۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اسکی عدت دو حیض ہیں۔(اسے دارقطنی نے مرفوع بیان کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو امام دارقطنی نے موقوف اور مرفوع دو طرح روایت کیا ہے۔ مرفوع طریق عطیہ عوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ موقوف طریق کو امام دارقطنی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عبداللہ بن عمر جیسا صحابی ایسا فتوی اپنی رائے سے نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اسکی اصل یقیناً ہے۔ نیز کسی صحابی سے اس کا خلاف بھی ثابت نہیں۔

۱۱۱۸: **وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ مَاجَهْ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَخَالَفُوهُ فَاتَّفَقُوا عَلَى ضَعْفِهِ**

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی سنة طلاق العبد: ۲۱۸۹، الترمذی: ۱۱۹۹، ابن ماجة: ۲۰۸۰، الدارمی: ۲۲۹۴، الدارقطنی: ۳۹/۴، الحاکم: ۲۰۵/۲، البیهقی: ۳۶۹/۷

۱۱۱۸: امام ابوداؤد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اسی مفہوم کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے۔ اس روایت کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے، جبکہ دیگر ائمہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس روایت کے ضعیف ہونے پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت مظاہر بن مسلم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۱۱۹: **وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَائَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَحَسَّنَهُ الْبَزَّارُ.**

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی وطئی السبایا: ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، الترمذی: ۱۱۴۵، ابن حبان: ۴۸۵۰، احمد: ۱۰۸/۴، سعید بن منصور: ۲۷۲۲، ابن ابی شیبة: ۲۲۲/۱۲، ۲۲۳، الدارمی: ۲۴۷۷، ابن سعد: ۱۱۴/۲، ۱۱۵، الطبرانی: ۴۴۸۲-۴۴۸۶، التلخیص الحبیر: ۲۳۲/۳

تنبیہ: اس روایت کے ایک راوی ربیعہ بن سلیم التجیبی کے بارے میں مؤلف رحمہ اللہ متردد ہیں کیونکہ موصوف نے انہیں؛الاسماء؛ میں مقبول اور؛الکنی؛ میں ثقہ کہا ہے۔

۱۱۱۹: حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے دوسرے کی کھیتی کو پانی دینا درست نہیں۔" (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے جبکہ بزار نے حسن کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: ماءه: مادہ تولید، یہاں اس سے صحبت مراد ہے۔ زرع غیره: دوسرے کی کھیتی، یہاں اس سے مراد ایسی لونڈی ہے جو ملکیت میں

آنے سے پہلے حاملہ ہو،ایسی لونڈی سے وضع حمل سے قبل صحبت ممنوع ہے،اور یہاں حمل کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

تشریح: اس ممانعت میں تین طرح کی خواتین شامل ہیں۔(۱)ایسی لونڈی جو خریدنے سے پہلے حاملہ ہو۔(۲) قیدی کافر عورتیں مسلمانوں میں تقسیم کردی جائیں اوران میں سے کچھ حاملہ ہوں۔(۳) زانیہ عورت جو نکاح سے قبل حاملہ ہو۔

درج بالا تینوں اقسام کی خواتین سے وضع حمل سے قبل وطی کرنا غیر کی کھیتی کو پانی دینے کے مترادف ہے، زیرمطالعہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ مفصل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پرفرمایا:"جواللہ اورآخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ دوسرے کے حمل کو پانی مت دے۔"ایک طریق میں غزوہ خیبر کی جگہ غزوہ حنین کا ذکر ہے،اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے

۱۱۲۰: **وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فِي اِمْرَأَةِ اَلْمَفْقُودِ تَرَبَّصُ أَرْبَعَ سِنِينَ ,ثُمَّ تَعْتَدُّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا. أَخْرَجَهُ مَالِكٌ ,وَالشَّافِعِيُّ.**

المؤطا: ۲ /۵۷۵، الشافعي: ۲/ ۲۱، البيهقي، كتاب العدد، باب من قال امرأة المفقود امرأته حتى يأتيهايقين وفاته، باب من قال تنتظراربع سنين ثم اربعة اشهر و عشرا ثم تحل: ۱۵۹۷۷ - ۱۵۹۸۳، معرفة السنن والآثار: ۲۹/٦ - ۲۷، السراجي: ۵٦ ، ۵۷

۱۱۲۰: **مفقود الخبر** کی عورت کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتوی ہے کہ وہ چار سال انتظار کرے،پھر چار ماہ دس دن عدت گزارے۔ اسے مالک اور شافعی نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **المفقود:** ایسا شادی شدہ مرد جو گم ہوجائے،یا اغوا کرلیا جائے،یا قید کردیا جائے۔اوراس کے لواحقین کواس کے زندہ یا مردہ ہونے کی خبر نہ ہو۔

تشریح: ایسا شخص جسے اغوا کرلیا جائے،یا اسے قید کردیا جائے یا وہ ازخود غائب ہوجائے اوراس کے زندہ یا مردہ ہونے کی خبر نہ ہو،اس کی بیوی کیلئے کیا حکم ہے؟اس بارے میں فقہا کے مابین شدید اختلاف پایا جاتا ہے،حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ اس کی عمر جب ایک سو بیس سال ہوجائے تب اسے مردہ تصور کیا جائے،امام محمد کا کہنا ہے کہ جب اس کی عمر ایک سو دس سال ہوجائے،بعض فقہا احناف کا کہنا ہے کہ جب اس کی عمر نوے سال ہوجائے،صاحب سراجی کہتے ہیں کہ فتوی اسی قول پر ہے۔

یعنی جب اس مرد کی عمر نوے سال ہوجائے تو اس پر مردہ ہونے کا حکم لگایا جائے،پھراس کی بیوی اس کا سوگ چار ماہ دس دن منائے،اس کے بعد اگر وہ چاہے تو نکاح کرلے۔

امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے کہ اس کا انتظار چار سال تک کیا جائے،اس کے بعد اگر اس کی موت وحیات کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے تو اسے مردہ تصور کیا جائے،پھراس کی بیوی چار ماہ دس دن سوگ منائے،پھر اگر وہ چاہے تو نکاح کرلے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کی بیوی اس وقت تک نکاح نہ کرے جب تک اسے اس کے بارے میں علم نہ ہوجائے۔

۱۱۲۱: **وَعَنِ اَلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " اِمْرَأَةُ اَلْمَفْقُودِ اِمْرَأَتُهُ حَتَّى يَأْتِيَهَا اَلْبَيَانُ " أَخْرَجَهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.**

الد ارقطني، ۳۱۲/۳، البيهقي، كتاب العدد، باب من قال امرأة المفقود ......: ۱۵۹۸۲، التلخيص الحبير: ۲۳۲/۳، علل الحديث: ۱۲۹۸، بيان الوهم والايهام: ۱۸۸/۳

۱۱۲۱: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" **مفقود الخبر** کی بیوی اسی کی بیوی رہے گی جب تک اس کے

بارے میں وضاحت نہ آ جائے۔"(اسے دارقطنی نے ضعیف سند سے بیان کیا ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کو بیہقی نے ضعیف سند سے بیان کیا ہے، اس روایت کو عبدالحق اور ابن قطان وغیرہم نے ضعیف کہا ہے۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ محمد بن شرحبیل متروک الحدیث ہے اور وہ مغیرہ بن شعبہ کی طرف منکر اور من گھڑت روایات منسوب کرتا ہے۔

امام بیہقی اور امام ابن قطان نے سوار بن مصعب کو ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ صالح بن مالک اور محمد بن فضل مجہول ہیں

۱۱۲۲: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لَا يَبِيتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ اِمْرَأَةٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ نَاكِحًا أَوْ ذَا مَحْرَمٍ "أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ و الدخول علیھا: ۲۱۷۱، ابن حبان: ۵۵۹۰، ابویعلی: ۱۸۴۸، البیھقی: ۹۸/۷

۱۱۲۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کوئی مرد کسی عورت کے ہاں رات بسر نہ کرے الا یہ کہ وہ اس کا شوہر ہو یا محرم ہو۔"(مسلم)

۱۱۲۳: وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ,عَنِ اَلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ ,إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ" أَخْرَجَهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل با مرأۃ الاذو محرم: ۵۲۳۳، مسلم: ۱۳۴۱، ابن خزیمۃ: ۲۵۲۷، ابن حبان: ۵۵۸۹، ۲۷۳۱، الحمیدی: ۴۶۸، الطیالسی: ۲۷۳۲، ابو یعلی: ۲۵۱۶، الطحاوی: ۱۱۲/۲

۱۱۲۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے جب تک اس عورت کا محرم ساتھ موجود نہ ہو۔"(بخاری)

۱۱۲۴: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِي سَبَايَا أَوْطَاسٍ " لَا تُوطَأُ حَامِلٌ حَتَّى تَضَعَ ,وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب فی وطئی السبایا: ۲۱۵۷، الحاکم: ۱۹۵/۲، احمد: ۲۸/۳، بیان الوھم والایھام: ۸۱۷، الاحکام الوسطی: ۲۲۷/۲

۱۱۲۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا: " حاملہ خواتین سے اس وقت تک وطی نہ کی جائے جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اور غیر حاملہ سے اس وقت تک وطی نہ کی جائے جب تک اسے ایک حیض نہ آ جائے۔"(اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: سبایا: یہ سبی کی جمع ہے، ایسی کافر خواتین جو جنگ میں گرفتار کی جائیں۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ لونڈی کے ساتھ وطی کرنے میں جلد بازی نہ کی جائے۔ خواہ وہ لونڈی میدان جنگ سے میسر آئی ہو یا خریدی ہوئی ہو۔ اس کا بنیادی سبب نسب کو مخلوط ہونے سے بچانا ہے۔ نسب کو مخلوط ہونے سے بچانے کیلئے استبراء رحم ضروری ہے۔ اور وہ فقط حیض ہی سے واضح ہوتا ہے۔ یہ روایت اس سند کے ساتھ ضعیف ہے البتہ شواہد کی وجہ سے قابل حجت ہے۔

۱۱۲۵: وَلَهُ شَاهِدٌ عَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ فِي اَلدَّارَقُطْنِيِّ .

الدارقطنی: ۲۵۷/۳

۱۱۲۵: اس کی شاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت دارقطنی میں ہے۔

تشریح: اس روایت کی سند بظاہر صحیح ہے، البتہ امام دارقطنی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابن صاعد نے ہم سے کہا کہ ہمیں یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صرف العائذی ہی نے بیان کی ہے۔

۱۱۲۶: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ ,وَلِلْعَاهِرِ اَلْحَجَرُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری، کتاب الحدود، باب للعاهر الحجر: ۶۸۱۷، ۶۸۱۸، مسلم: ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، الترمذی: ۱۱۵۷، النسائی: ۶/۱۸۰، ابن ماجة: ۲۰۰۴، ۲۰۰۶، احمد: ۲/۲۳۹، ۶/۳۷، الدارمی: ۲۲۳۵، ۲۲۳۷، البیهقی: ۷/۴۱۲، ابن حبان: ۴۱۰۵، ابوداود: ۲۲۷۳، المؤطا: ۷۳۹/۲، الدارقطنی: ۴/۲۴۱، الطیالسی: ۱۴۴۴

۱۱۲۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **الفراش:** اس کے لغوی معنی کسی چیز کو زمین پر بچھانے کے ہیں، یہاں اس سے مراد بیوی یا لونڈی ہے۔ **العاهر:** زانی۔

الحجر: حاء اور جیم مفتوح، پتھر، یہاں اس سے مراد ناکامی ہے، نیز اس سے سنگسار کی سزا بھی مراد ہو سکتی ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما ایک بچے کا قضیہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ لڑکا میرے بھائی عتبہ کے نطفہ سے ہے اور اس نے مجھے کہا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے، آپ ﷺ اس کی شکل وشباہت کا ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ میرا بھائی ہے کیونکہ یہ میرے باپ کی لونڈی سے ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کی طرف التفات فرمایا تو دیکھا کہ عتبہ کے ساتھ اس کی واضح مشابہت تھی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ! تو اس کا وارث ہے، کیونکہ بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا ہو، زانی کیلئے ناکامی ہے۔" پھر آپ ﷺ نے اپنی بیوی سودہ بنت زمعہ سے فرمایا: "تم اس سے پردہ کرو۔"

فقہی احکام: (۱) نکاح کے کم از کم چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ اس مرد کے ساتھ ملایا جائے گا جس کے نکاح میں وہ عورت ہو، بشرطیکہ اس مرد نے اس عورت سے وطی کی ہو، اور وہ اس سے انکاری نہ ہو۔ (۲) یہ بچہ اس مرد کا وارث ہوگا اور وہ مرد اس کا وارث ہوگا۔ (۳) مالک کی ملکیت میں آنے کے کم از کم چھ ماہ بعد لونڈی جو بچہ جنے گی وہ بچہ اسی مالک کا ہوگا، بشرطیکہ اس نے لونڈی سے وطی کی ہو اور وہ اس سے انکاری نہ ہو۔ (۴) اگر بچے نے چھ ماہ سے قبل جنم لیا، شوہر یا آقا نے اس بچے کو اپنا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو وہ ماں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ (۵) جس بچے کے بارے میں یقین ہو جائے کہ وہ زنا کی پیداوار ہے، اس کی پدری بہنیں اس سے پردہ کریں گی اور اسے ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا

۱۱۲۷: مِنْ حَدِيثِهِ وَمِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ فِي قِصَّةٍ .

۱۱۲۷: اس حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں اس واقعہ کی مکمل تفصیل ہے۔

بخاری، کتاب العتق، باب ام الولد: ۲۵۳۳، ابن حبان: ۴۱۰۵، احمد: ۶/۳۷

۱۱۲۸: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ ,عِنْدَ النَّسَائِيِّ

النسائی، کتاب الطلاق، باب الحاق الولد بالفراش اذا لم ینفہ صاحب الفراش: ۶/۱۸۱ (۳۵۱۶)، ابن حبان: ۴۱۰۴، تاریخ بغداد: ۱۱/۶، ابن ابی شیبة: ۴/۴۱۶

۱۱۲۸: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہی حدیث نسائی میں ہے۔

۱۱۲۹: وَعَنْ عُثْمَانَ ﷺ .عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب الولد للفراش: ۲۲۷۴ ، ۲۲۷۵، ابن حبان: ۵۹۹۶، المعجم الاوسط: ۵۲۱۳ ، ۷۷۸۷

۱۱۲۹: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ابوداؤد میں ہے۔

تشریح: علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث آپ ﷺ سے بیس سے زائد صحابہ نے بیان کی ہے۔ان میں سے چار صحابہ کی مرویات تو مؤلف رحمہ اللہ نے درج کی ہیں،ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام ابن حبان نے ،حضرت حسین بن علی اور حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کو امام طبرانی نے اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔

۶۔ بَابُ الرَّضَاعِ رضاعت کے مسائل

۱۱۳۰: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الرضاع، باب فی المصة و المصتان: ۱۴۵۰، ابوداود: ۲۰۶۳، الترمذی: ۱۱۶۶، النسائی: ۶/۱۰۱، ابن ماجة: ۱۹۴۱، احمد: ۶/۹۵ ، ۹۶، الدارمی: ۲۲۵۱، ابن حبان: ۴۲۲۵۔ ۴۲۲۷، البیهقی: ۷/۴۵۵، الشافعی: ۲/۲۱، البغوی: ۲۲۸۴

۱۱۳۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ایک یا دو دفعہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔"(مسلم)

لغوی تحقیق: الرضاع: راء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے۔اس کے معنی چھاتی سے منہ لگا کر دودھ پینے کے ہیں۔دودھ پلانے والی کو مرضع یا مرضعة کہتے ہیں،اس کی جمع مراضع ہے۔المصة: میم مفتوح اور صاد مشدد مفتوح،اس کے لغوی معنی کسی چیز کا معمولی سا حصہ لینا ہے۔بعض روایات میں مصة اور ملاجة منقول ہے۔

تشریح: صاحب سبل السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پینے کو رضعة کہتے ہیں،یعنی بچہ ماں کی چھاتی منہ سے لے کر چوسنا شروع کر دیتا ہے، پھر وہ اپنی مرضی سے بغیر کسی عارضہ کے چھوڑ دیتا ہے۔اگر بچہ سانس کیلئے یا کسی عارضہ کی وجہ سے ماں کی چھاتی منہ سے نکال دیتا ہے پھر چند لمحات کھیلنے کے بعد دوبارہ منہ میں لے لیتا ہے،پہلی صورت میں بچے کا ایک مرتبہ پینا اور دوسری صورت میں دو مرتبہ پینا ایک رضعة کہلائے گا۔ایسے دو رضعات پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر دو رضعات سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو پھر کتنے رضعات سے ثابت ہوتی ہے؟اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔تفصیل آئندہ احادیث کے ضمن میں نقل کی جائے گی۔دودھ فقط نکاح اور حجاب پر اثر انداز ہوتا ہے،وراثت اور ولایت میں اس کا کوئی دخل نہیں۔انہیں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ سے نقل کی ہے۔

فقہی احکام: ایک یا دو دفعہ پیٹ بھر کر دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

۱۱۳۱: وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " اُنْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ ,فَإِنَّمَا اَلرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب من قال لا رضاعة بعد حولین: ۵۱۰۲، مسلم: ۱۴۵۵، ابوداود: ۲۰۵۸، النسائی: ۶/۱۰۲، ابن ماجة: ۱۹۴۵ ، ۱۹۴۶، احمد: ۶/۹۴،الدارمی: ۲۲۵۶، البیهقی: ۷/۴۶۰، ابن حبان: ۴۲۲۴ ، ۴۲۲۵،الترمذی:۱۱۶۸،البزار: ۱۴۴۴

۱۱۳۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"خوب غور کر لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں؟ بلاشبہ رضاعت قابل اعتبار اس وقت ہے جب دودھ خالی پیٹ پیا جائے۔"(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: انظرن: بمعنی تأملن ہے، یعنی خوب غور کرلیا کرو۔

تشریح: رضاعت چونکہ حجاب پر اثر انداز ہوتی ہے یعنی رضاعی باپ، چچا اور بھائی سے پردہ نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ خوب غور کرلیا جائے کہ رضاعت ثابت بھی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ خود رحمت عالم ﷺ نے خوب غور کرنے کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ رضاعت تو اس وقت معتبر ہوگی جب بچے نے بھوک مٹانے کیلئے پیٹ بھر کر دودھ پیا ہو، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو انتڑیوں کو کھول دے۔"

انہیں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ سے بیان کی ہے، اس روایت کو امام بوصیری نے ابن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن ان کی یہ تحقیق درست نہیں کیونکہ ابن لھیعہ سے یہ روایت عبداللہ بن وھب نے نقل کی ہے اور انہوں نے ابن لھیعہ سے جو روایات بیان کی ہیں وہ ان کی کتابوں کے جلنے سے پہلے کی ہیں۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، لیکن ابن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

١١٣٢: وَعَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ سَالِمًا مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ مَعَنَا فِي بَيْتِنَا ,وَقَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ قَالَ "أَرْضِعِيهِ، تَحْرُمِي عَلَيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الرضاع، باب رضاعة الكبير: ١٤٥٣، ابوداود: ٢٠٦١، النسائی: ٦/١٠٤، ابن ماجة: ١٩٤٣، احمد: ٦/٣٩، الدارمی: ٢٢٥٧، البیهقی: ٧/٤٥٩، ٤٦٠، ابن حبان: ٤٢١٣-٤٢١٥

١١٣٢: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! سالم مولیٰ ابی حذیفہ ہمارے گھر میں ہمارے ساتھ رہتا ہے اور اب وہ اس عمر کو پہنچ گیا ہے جس عمر میں مرد بالغ ہو جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اسے دودھ پلا دو پھر تم اس پر حرام ہو جاؤ گی۔" (مسلم)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے منقول ہے، ایک طریق میں یہ صراحت بھی ہے کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بیٹا بنایا تھا اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں رہتا تھا۔ حضرت عروۃ بن زبیر نے یہ روایت مفصل مرسل طریق سے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا شمار اصحاب بدر میں ہوتا ہے، انہوں نے سالم کو منہ بولا بیٹا بنایا تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بیٹا بنایا تھا، اور انہوں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنے بھائی ولید بن عتبہ کی بیٹی فاطمہ سے کر دیا تھا، حضرت فاطمہ بنت ولید رضی اللہ عنہا کا شمار ان مسلم خواتین میں ہوتا ہے جنہیں ہجرت کرنے میں تقدم حاصل ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم نازل فرمایا تو ہر اس صحابی نے اپنے منہ بولے بیٹے کو اس کے اصل باپ کی طرف منسوب کر دیا، اس دوران حضرت سہلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! ہم سالم کو اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے، وہ ہمارے گھر میں ہمارے ساتھ رہتے ہیں اور میرے پاس بلا روک ٹوک آتے جاتے ہیں، اس بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اسے پانچ رضعات دودھ پلا دو وہ تیرے دودھ کی وجہ سے تجھ پر حرام ہو جائے گا، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، اس وجہ سے وہ اس کا رضاعی بیٹا کہلانے لگا۔

فقہی احکام: (١) کم از کم پانچ مرتبہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ (٢) دو سال کی عمر کے بعد بھی رضاعت معتبر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی موقف ہے، لیکن دیگر امہات المؤمنین کا موقف اس کے خلاف ہے۔ (٣) رضاعت کیلئے ضروری نہیں کہ چھاتی کے ساتھ منہ لگا

کر دودھ پیا جائے لیکن جو حضرات رضاعت کو چھاتی کے ساتھ منہ لگا کر پینے کے ساتھ مقید کرتے ہیں وہ اس حدیث کو حضرت سالم کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ ازواج مطہرات بھی اس رخصت کو حضرت سالم کے ساتھ خاص کرتی تھیں۔

۱۱۳۳: وَعَنْهَا أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا بَعْدَ الْحِجَابِ، قَالَتْ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ ,فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ ,فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ عَلَيَّ وَقَالَ "إِنَّهُ عَمُّكِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بخاری، کتاب النکاح، باب لبن الفحل: ۵۱۰۳، مسلم: ۱۴۴۵، ابوداود: ۲۰۵۷، الترمذی: ۱۱۶۴، النسائی: ۶/۱۰۳، ابن ماجة: ۱۹۴۹، مالک: ۲/۶۰۱، احمد: ۶/۳۸، الدارمی: ۲۲۴۸، ابن حبان: ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، عبدالرزاق: ۱۳۹۳۷ ـ ۱۳۹۴۱، الحمیدی: ۲۳۰، ابو یعلیٰ: ۴۵۰۱، الدارقطنی: ۴/۱۷۷، ۱۷۸، البیہقی: ۷/۴۵۲، البغوی: ۲۲۸۰، الشافعی: ۲/۲۴، المعجم الاوسط: ۷۴۳۱

۱۱۳۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابوالقعیس کا بھائی افلح آیت حجاب نازل ہونے کے بعد آیا اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے گھر آنے کی اجازت طلب کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اسے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کو اپنے اس عمل سے آگاہ کیا، آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے اندر آنے کی اجازت دے دوں اور فرمایا کہ: "وہ تمہارا چچا ہے۔" بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: **القعیس:** قاف مضموم، عین مفتوح اور یاء ساکن، یہ **قعس** کی تصغیر ہے۔ **یستأذن:** اس نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جس خاتون کا دودھ پیا جائے وہ رضاعی ماں ہوگی، اس کا شوہر رضاعی باپ ہوگا، اس کے بھائی رضاعی ماموں ہوں گے، اس کے شوہر کے بھائی رضاعی چچا ہوں گے۔

۱۱۳۴: وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ فِيمَا أُنْزِلُ فِي الْقُرْآنِ: عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ ,ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ ,فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الرضاع، باب التحریم بخمس رضعات: ۱۴۵۲، ابوداود: ۲۰۶۲، الترمذی: ۱۱۶۶، النسائی: ۶/۱۰۰، ابن ماجة: ۱۹۴۱، مالک: ۲/۶۰۸، الدارمی: ۲۲۵۳، ابن حبان: ۴۲۲۱، ۴۲۲۲، البیہقی: ۷/۴۵۴، الشافعی: ۲/۲۱، البغوی: ۸۱/۹

۱۱۳۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ قرآن حکیم میں یہ حکم نازل کیا گیا تھا کہ دس بار یقینی طور پر دودھ پینا حرمت ثابت کرتا ہے، پھر یہ حکم پانچ بار یقینی طور پر پینے کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا، آپ ﷺ کی وفات تک پانچ کی تعداد قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: **معلومات:** یقینی طور پر۔ **نسخن:** فعل مجہول ہونے کی وجہ سے نون مضموم اور سین مکسور ہے۔ اس کے لغوی معنی ازالہ یا منتقل کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں کتاب و سنت کے دلائل سے کسی شرعی حکم کو ختم کر دینا۔

تشریح: امام بیہقی فرماتے ہیں کہ دس رضاعات کے الفاظ اور ان کا حکم دونوں منسوخ کر دیئے گئے، لیکن پانچ رضاعت کے الفاظ تو منسوخ کر دیئے گئے البتہ ان کا حکم برقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے جب قرآن جمع کیا تو انہوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کہ "نبی ﷺ کی وفات تک یہ جملہ پڑھا جاتا تھا" کا مطلب ہے کہ جن لوگوں کو ؛**عشر رضاعت معلومات**؛ کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا ان سب کو آپ ﷺ کی وفات تک اس کے منسوخ ہونے کا علم ہو گیا تھا اور انہوں نے اس منسوخ جملے کی تلاوت اور اس کے حکم کو ترک کر دیا تھا، کیونکہ قرآن حکیم ہر قسم کی کمی بیشی سے محفوظ ہے اور اس جملہ؛ **خمس**

رضعات معلومات؛ کی تلاوت تو منسوخ ہوگئی تھی لیکن حکم آپ ﷺ کی وفات کے وقت برقرار تھا۔

فقہی احکام: (۱) پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔(۲) دودھ سے اگر چہ خون بنتا ہے، لیکن خون کو دودھ پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ خون دینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے درست نہیں۔

۱۱۳۵: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيدَ عَلَى ابْنَةِ حَمْزَةَ فَقَالَ "إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي ; إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب ﴿وامهاتکم اللاتی ارضعنکم﴾ و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب : ۵۱۰۰، مسلم: ۱۴۴۷، النسائی: ۱۰۰/۶، ابن ماجة: ۱۹۳۸، المعجم الاوسط: ۵۵۲ ، ۲۰۸۱

۱۱۳۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مشورہ کیا گیا کہ آپ ﷺ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کر لیں، آپ ﷺ نے فرمایا:"وہ میرے لیے حلال نہیں کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اور جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **اريد**: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے ہمزہ مضموم، راء مکسور اور یاء ساکن ہے، آپ ﷺ سے کہا گیا۔ **یحرم من الرضاعة مایحرم النسب**: امام خطابی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ عام ہیں اور اس کا معنی خاص ہے، یعنی رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔

تشریح: نبی کریم ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا، اس لیے آپ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ اور ان کی بیٹی آپ ﷺ کی رضاعی بھتیجی تھی، جس طرح نسبی بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اس طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح حرام ہے۔ اس حدیث کا آخری حصہ حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

۱۱۳۶: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ ,وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَصَحَّحَهُ هُوَ وَالْحَاكِمُ

الترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء ان الرضاعة لا تحرم الا فی الصغر دون الحولین: ۱۱۶۸، ابن ماجة: ۱۹۴۶، ابن حبان: ۴۲۲۴، البزار: ۱۴۴۴، البیهقی: ۴۵۵/۷، المعجم الاوسط: ۶۵۱۰ ، ۷۳۲۷ ، ۷۵۱۳، الاحکام الوسطی: ۲۴۸/۶، بیان الوهم والایهام: ۹۶۹

۱۱۳۶: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" اس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو انتڑیوں کو کھول دے اور یہ دودھ چھڑانے کی عمر سے پہلے ہو۔" (اسے ترمذی نے بیان کیا ہے، انہوں نے اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **لا یحرم**: علامت مضارع مضموم، حاء مفتوح اور راء مشدد مکسور، حرمت کا سبب نہیں بنتی۔ **فتق**: اس کے لفظی معنی پھاڑنے کے ہیں اور یہاں اس سے مراد انتڑیوں میں چلنے کے ہیں۔ **الامعاء**: یہ معی کی جمع ہے، انتڑیاں۔ **الفطام**: فاء مکسور اور طاء مفتوح، دودھ چھوڑ دینا، یعنی اس بچے نے دودھ چھوڑنے سے قبل دودھ پیا۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق میں؛ کان قبل الفطام؛ کے الفاظ نہیں ہیں اور بعض میں ہیں، لیکن میرے علم کے مطابق اس جملے کی موجودگی پر کسی ماہر فن نے کلام نہیں کیا، پہلے جملے کی شاہد روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، جبکہ دوسرے جملے کی شاہد روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن یہ روایت سعید بن المرزبان کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی ایک شاہد

روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

۱۱۳۷: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ "لَا رَضَاعَ إِلَّا فِي الْحَوْلَيْنِ" رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَابْنُ عَدِيٍّ مَرْفُوعًا وَمَوْقُوفًا وَرَجَّحَا الْمَوْقُوف

الد ارقطنی: ۱۷۴/۴، ابن عدی: ۳۹۹/۸، البیھقی: ۴۶۱/۷، ۴۶۲

۱۱۳۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رضاعت فقط دو سال ہی کی عمر میں معتبر ہے۔ اسے دارقطنی اور ابن عدی نے مرفوع اور موقوف ہر دو طرق سے نقل کیا ہے، لیکن دونوں نے موقوف طریق کو راجح قرار دیا ہے۔

تشریح: امام دارقطنی، امام ابن عدی، امام بیہقی، حافظ عبدالحق، علامہ ابن عبدالھادی اور علامہ زیلعی نے موقوف طریق کو راجح کہا ہے، لیکن علامہ ابن قیم نے مرفوع طریق کو صحیح کہا ہے۔

۱۱۳۸: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا رَضَاعَ إِلَّا مَا أَنْشَزَ الْعَظْمَ ,وَأَنْبَتَ اللَّحْمَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی رضاعة االکبیر: ۲۰۶۰

۱۱۳۸: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رضاعت وہ قابل اعتبار ہے جو ہڈیوں کی نشوونما کرے اور گوشت بنائے۔" ابوداؤد

لغوی تحقیق: انشز: ہمزہ قطعی ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے اور یہ نشز سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی بلند جگہ کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد نشونما ہے۔ انبت: ہمزہ قطعی ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے، اس کے لغوی معنی زیادہ ہونے کے ہیں۔

تشریح: اس روایت کی سند میں مسلسل مجہول رواۃ ہیں جن کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

۱۱۳۹: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ ; أَنَّهُ تَزَوَّجَ أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ أَبِي إِهَابٍ ,فَجَاءَتْ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا ,فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ "كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ" فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب النکاح، باب شھادة المرضعة: ۵۱۰۴، ابوداود: ۳۶۰۳، ۳۶۰۴، الترمذی: ۱۱۶۷، النسائی: ۱۰۹/۶، احمد: ۸/۴، ابن حبان: ۴۲۱۶، الد ارقطنی: ۱۷۵/۴، ۱۷۶، البیھقی: ۴۶۲/۷-۴۶۹، الطبرانی: ۹۷۴/۱۷، ۹۷۵، ۹۷۵، عبدالرزاق: ۱۳۹۶۷، ۱۳۹۶۸

۱۱۳۹: حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ام یحیٰی بنت ابی اھاب سے شادی کر لی تو ایک عورت آئی اور اس نے کہا، میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے اپنے نکاح میں کیسے رکھ سکتے ہو جبکہ تمہیں رضاعت سے خبر دار کر دیا گیا ہے۔" چنانچہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اسے الگ کر دیا اور اس عورت نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: کیف: یہ ظرف ہے اور مبنی برفتحہ ہے اور یہ متعدد معانی میں مستعمل ہے، یہاں اس سے مراد تعجب اور انکار ہے۔ قد قیل ; یہ محلاً منصوب ہے کیونکہ حال واقع ہو رہا ہے اور حال عامل کا متقاضی ہے، لہٰذا اس کی تقدیر اس طرح ہے؛ کیف تکون لها زوجا وقد قیل انک اخوها؛ آپ اس کے شوہر کیونکر بن سکتے ہیں جبکہ آپ کو بتا دیا گیا ہے کہ آپ اس کے رضاعی بھائی ہیں۔

تشریح: مختلف خاندانوں یا ایک خاندان کے دو بچے ایک عورت کا دودھ مطلوبہ مقدار میں پی لیں تو ان دونوں کے درمیان رضاعت قائم ہو جائے گی، اگر ان میں سے ایک لڑکا اور دوسری لڑکی ہوگی تو وہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہونے کے ناطے ایک دوسرے سے شادی نہیں کر سکتے، اور اگر کسی نے بے خبری میں کر لی تو خبر ملتے ہی ان دونوں کے درمیان بغیر کسی طلاق کے جدائی لازم ہو جائے گی کیونکہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں۔

ابو عبید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ رضاعت کے ثبوت کیلئے کتنے گواہ درکار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک مرد اور ایک عورت۔" یہ روایت محمد بن عثیم کی وجہ سے موضوع کے قریب تر ہے۔

فقہی احکام: (۱) رضاعت میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے۔ (۲) اگر کسی نے بے خبری میں نکاح کر لیا اور نکاح کرنے کے بعد خلوت صحیحہ کر لی تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (۳) اگر ایسے نکاح کے نتیجہ میں حمل قرار پایا تو جنم لینے والا بچہ باپ کا وارث ہوگا۔

۱۱۴۰: وَعَنْ زِيَادِ السَّهْمِيِّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُسْتَرْضَعَ الْحَمْقَى. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ مُرْسَلٌ وَلَيْسَتْ لِزِيَادٍ صُحْبَةٌ

مراسیل ابی داؤد: ۲۰۶

۱۱۴۰: حضرت زیاد سہمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کم عقل عورتوں سے دودھ پلانا ممنوع قرار دیا ہے۔ (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، یہ روایت مرسل ہے کیونکہ زیاد سہمی صحابی نہیں تھے۔)

لغوی تحقیق: تسترضع: مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور ضاد مفتوح ہے، کسی دودھ پلانے والی سے اپنے بچہ کو دودھ پلانے کا کہنا۔ الحمقی: یہ حمقاء کی جمع ہے، کم عقل خواتین۔

تشریح: امام ابوداؤد نے اسے مراسیل میں نقل کر کے اس کے مرسل ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔ ویسے بھی یہ بات متحقق ہے کہ زیاد بن اسماعیل سہمی صحابی نہیں تھے، نیز یہ مختلف فیہ ہے، یعنی ابن معین نے اسے ضعیف، علی بن مدینی اور ابوحاتم نے معتبر کہا ہے۔

۷۔ بَابُ النَّفَقَاتِ اخراجات کا بیان

۱۱۴۱: عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ دَخَلَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ اِمْرَأَةُ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ لَا يُعْطِينِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يَكْفِينِي وَيَكْفِي بَنِيَّ, إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمِهِ, فَهَلْ عَلَيَّ فِي ذَلِكَ مِنْ جُنَاحٍ؟ فَقَالَ "خُذِي مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ مَا يَكْفِيكِ, وَيَكْفِي بَنِيكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بخاری، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأة ان تاخذ بغیر علمه: ۵۳۶۴، مسلم: ۱۷۱۴، ابوداود: ۳۵۳۲، النسائی: ۲۴۶/۸، ابن ماجة: ۲۲۹۳، احمد: ۵۰/۶، الدارمی: ۲۲۵۹، ابن حبان: ۴۲۵۵۔ ۴۲۵۸، الشافعی: ۶۲/۲، الحمیدی: ۲۴۲، البیهقی: ۱۴۱/۱۰

۱۱۴۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے، وہ مجھے اس قدر خرچ نہیں دیتا جس سے میری اور میرے بچوں کی ضروریات پوری ہو سکیں الا یہ کہ میں اس کی لاعلمی میں اس کا مال لے لوں، کیا میرے لیے ایسا کرنا قابل مواخذہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "احسن طریقے سے تم اس قدر مال لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: النفقات: یہ نفقة کی جمع ہے، ابن فارس کہتے ہیں کہ اس کا مادہ نون، فاء اور قاف ہے، اس کے لغوی معنی کسی چیز کے جانے کے ہیں، اہل زبان نقدی یا اسی کی مثل کسی دوسرے مال کو نفقہ کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں قیام وطعام، ملبوسات اور دیگر اشیائے ضروریات پر اٹھنے والے مصارف کو نفقہ کہا جاتا ہے۔ اس کی مختلف اقسام ہیں۔ (۱) بیوی کے اخراجات۔ (۲) عزیز و اقارب پر اٹھنے والے اخراجات۔ (۳) ملازمین اور پالتو جانوروں پر اٹھنے والے اخراجات۔ (۴) اپنی ذات اور اپنی اولاد پر اٹھنے والے اخراجات۔ **شحیح:** یہ مبالغہ

کا صیغہ ہے،یعنی بہت زیادہ کنجوس۔ جناح: جیم مضموم، گناہ۔ **المعروف**: مناسب مروجہ طریقہ۔

فقہی احکام: (۱) مرد پر بیوی بچوں اور والدین کی کفالت لازم ہے۔ (۲) بیوی بچوں اور والدین پر اٹھنے والے اخراجات شوہر کی استطاعت کے موافق ہونا چاہیے۔ (۳) شوہر اگر مناسب اخراجات کیلئے رقم نہ دے تو بیوی حسب ضرورت شوہر کا مال چرا کر اخراجات پورے کر سکتی ہے۔ (۴) حاکم وقت کو شکایت کرنا غیبت کے زمرے میں نہیں آتا (۵) استفتاء کا جواب سوال کے مطابق دیا جائے کیونکہ، اس میں فریق مخالف کو طلب کرنا ضروری نہیں۔

۱۱۴۲: وَعَنْ طَارِقِ الْمُحَارِبِيِّ ﷛ قَالَ قَدِمْنَا اَلْمَدِينَةَ ,فَإِذَا رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ وَيَقُولُ "يَدُ اَلْمُعْطِي اَلْعُلْيَا ,وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ أُمَّكَ وَأَبَاكَ ,وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ ,ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَاَلدَّارَقُطْنِيُّ.

النسائی، کتاب الزکاۃ، باب ایتھما الید العلیا: ۵ / ۶۱ (۲۵۳۳)، ابن حبان: ۳۲۶۰، الدارقطنی: ۳/ ۴۴، ۴۵، الطبرانی: ۸۱۷۵، ابن ابی شیبة: ۳/ ۲۱۲، الطیالسی: ۱۲۵۷، البیہقی: ۱۶۱۷۱ ۔ ۱۶۱۷۵

۱۱۴۲: حضرت طارق محاربی ﷛ نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ ممبر پر کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے "دینے والا ہاتھ بلند ہے اور اخراجات کا آغاز ان سے کر جن کا تو کفیل ہے، ان میں تیری والدہ، تیرا والد، تیرے بہن بھائی، پھر درجہ بدرجہ دیگر قریبی رشتہ دار شامل ہیں۔" (اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **وابدأ بمن تعول**: خرچ کا آغاز ان سے کر جن کا تو کفیل ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ بیٹے پر یہ لازم ہے کہ وہ والدین کے جائز اخراجات پورے کرے کیونکہ وہ جس طرح بیوی بچوں کا کفیل ہے، اسی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر والدین کا کفیل ہے۔ اس کی مؤید روایت حضرت عائشہ ﷝ سے بھی مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کیلئے سب سے پاکیزہ مال اس کی اپنی کمائی ہے اور اس کی اولاد کی کمائی بھی اس کی اپنی کمائی ہے۔" زیر مطالعہ حدیث صحیح ہے۔

فقہی احکام: اولاد پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین کے قیام وطعام اور دیگر ضروریات کو احسن طریقہ سے پورا کریں۔

۱۱۴۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ ,وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ اَلْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الایمان، باب اطعام المملوک ممایأکل ......: ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، المؤطا: ۲/ ۹۸۰، ادب المفرد: ۱۹۲، ۱۹۳، احمد: ۲/ ۳۴۲، البیہقی: ۸/۸

۱۱۴۳: حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "غلام کو کھانا پینا اور لباس دینا مالک کے ذمہ لازم ہے اور اس سے اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔" (مسلم)

تشریح: اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت ابو ذر ﷛ سے بھی مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی کر دیا، وہ اسے وہی کچھ کھلائے جو کچھ وہ خود کھاتا ہے اور ویسا ہی پہنائے جیسا خود پہنتا ہے۔"

فقہی احکام: خادموں اور ملازمین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ضروری ہے۔

۱۱۴۴: وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ اَلْقُشَيْرِيِّ ,عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ "أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا

طَعِمْتَ ,وَتَكْسُوَهَا إِذَا اِكْتَسَيْتَ ,وَلَا تَضْرِبِ اَلْوَجْهَ ,وَلَا تُقَبِّحْ"...اَلْحَدِيثُ ، وتَقَدَّمَ فِي عِشْرَةِ اَلنِّسَاءِ.

تخریج وتشریح وغیرہ حدیث نمبر ۱۰۲۰ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۴۴: حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر ایک پر اس کی اہلیہ کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب خود کھاؤ تو انہیں بھی کھلاؤ اور جب اپنے لیے نیا لباس بناؤ تو ان کیلئے بھی بناؤ، اس کے منہ پر مت مارو اور انہیں برا مت کہو۔" (یہ روایت باب عشرة النساء میں گزر چکی ہے۔)

۱۱۴۵: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہما عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ فِي حَدِيثِ اَلْحَجِّ بِطُولِهِ قَالَ فِي ذِكْرِ اَلنِّسَاءِ " وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

تخریج اور تشریح حدیث نمبر ۷۳۲ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۴۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حج سے متعلق مفصل روایت کے ضمن میں بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے خواتین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: "عورتوں کو اچھے طریقے سے کھانا اور لباس فراہم کرنا مردوں کا فریضہ ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: معروف: اس سے مراد حسب استطاعت ہے۔

۱۱۴۶: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ " رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَهُوَ عِنْدَ مُسْلِمٍ بِلَفْظِ "أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ"

عشرة النساء للنسائی : ۲۹۵، مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال ......: ۹۹۶، ابوداود: ۱۶۹۲، احمد: ۲/ ۱۶۰، ابن حبان: ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، الحلية: ۷/۱۳۵، الحاكم: ۴/ ۵۰۰، البيهقی: ۷/ ۴۶۷، الحميدی: ۵۹۹، الطيالسی: ۲۲۸۱، المعجم الكبير للطبرانی: ۱۳۴۱۴، البخاری: ۳۳۶۵

۱۱۴۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک آدمی کے گناہگار ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو برباد کر دے جن کا وہ کفیل ہے۔" اسے نسائی نے بیان کیا اور یہ روایت مسلم میں ان الفاظ سے ہے کہ "وہ اپنے ماتحت افراد کا کھانا دانہ بند کر دے"

لغوی تحقیق: یقوت: یہ قوت سے ماخوذ ہے، ایسی چیز جو جزو بدن بن کر جسم کو تقویت دے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اپنے ماتحت اور زیر سایہ افراد کو مناسب خوراک مہیا نہ کرنا انسان کے بڑے جرائم میں شمار ہوگا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایک عورت کو اس لیے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی پکڑ کر باندھ دی تھی، وہ نہ تو اسے آزاد کرتی تھی اور نہ خوراک دیتی تھی، اسی حالت میں وہ بلی بھوکی مرگئی۔"

فقہی احکام: (۱) پالتو جانوروں کو مناسب خوراک دینا مالک کا فریضہ ہے۔ (۲) رعایہ کو روزگار فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

۱۱۴۷: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ يَرْفَعُهُ ,فِي اَلْحَامِلِ اَلْمُتَوَفَّى عَنْهَا قَالَ لَا نَفَقَةَ لَهَا. أَخْرَجَهُ اَلْبَيْهَقِيُّ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ,لَكِنْ قَالَ: اَلْمَحْفُوظُ وَقْفُهُ.

البيهقی، كتاب العدد، باب من قال لا نفقة للمتوفى عنها حاملا كانت او غير حامل: ۱۵۸۸۹

۱۱۴۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایسی حاملہ جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کا خرچہ شوہر پر نہیں ہے۔" (اسے

بیہقی نے روایت کیا ہے اوراس کے رواۃ ثقہ ہیں، لیکن امام بیہقی کا کہنا ہے کہ محفوظ یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔)

فقہی احکام: (۱) بیوہ خاتون کیلئے دوران عدت قیام ہے طعام نہیں۔لیکن اسے اس کے شوہر کی متروکہ جائداد سے اس کا مقرر حصہ ملے گا اور وہ اس سے اپنے اخراجات پورے کرے گی۔(۲) اگر وہ حاملہ ہے تو پھر وضع حمل کے بعد اس بچے کو بھی باپ کی وراثت سے اس کا مقرر حصہ ملے گا۔

۱۱۴۸: وَثَبَتَ نَفْيُ اَلنَّفَقَةِ فِي حَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہا كَمَا تَقَدَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث نمبر ۱۱۰۸ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۴۸: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بھی نفقہ کی نفی ثابت ہے، یہ حدیث پہلے بیان ہوچکی ہے۔(مسلم)

۱۱۴۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "اَلْيَدُ اَلْعُلْيَا خَيْرٌ مِنْ اَلْيَدِ اَلسُّفْلَى ,وَيَبْدَأُ أَحَدُكُمْ بِمَنْ يَعُولُ .تَقُولُ اَلْمَرْأَةُ: أَطْعِمْنِي ,أَوْ طَلِّقْنِي" رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ ,وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

الد ارقطنی: ۲۹۷/۳، البخاری، کتاب النفقات، باب وجوب النفقة علی الاهل و العیال: ۵۳۵۵، المعجم الاوسط: ۹۲۴۷، ۹۴۸۳، فتح الباری: ۵۰۱/۹

۱۱۴۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، آپ میں سے ہر ایک کو آغاز ان سے کرنا چاہیے جن کا وہ کفیل ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ عورت یہ کہے کہ مجھے کھلاؤ ورنہ طلاق دے دو۔" اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اوراس کی سند حسن ہے۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث کا نصف اول بخاری نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، جبکہ نصف آخر؛ **تقول المرأة اطعمنی او طلقنی**؛ کے بارے میں جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، یہ جملہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا، نہیں، یہ میرا استنباط ہے۔اس سے یہ واضح ہوا کہ اس آخری جملہ کو مرفوع نقل کرنا خطا ہے۔عاصم بن ابی النجود سے یہ جملہ حماد بن سلمہ اور شریک بن عبداللہ نے مرفوع نقل کیا ہے۔اوران دونوں کا حافظہ میں اعلیٰ درجہ کی پائیداری نہیں تھی، نیز ان کے شیخ عاصم کا حافظہ بھی کمزور تھا۔

۱۱۵۰: وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ اَلْمُسَيَّبِ فِي اَلرَّجُلِ لَا يَجِدُ مَا يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ قَالَ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا . أَخْرَجَهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ: عَنْ سُفْيَانَ ,عَنْ أَبِي اَلزِّنَادِ, عَنْهُ قَالَ فَقُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ اَلْمُسَيَّبِ: سُنَّةٌ؟ فَقَالَ سُنَّةٌ. وَهَذَا مُرْسَلٌ قَوِيَ.

سعید بن منصور: ۲۰۲۲، عبدالرزاق: ۱۲۳۵۷، الد ارقطنی: ۲۹۷/۳، علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱۲۹۳

تنبیہ: مطبوعہ مصنف عبدالرزاق میں زیر بحث قول کو ابوزناد کے مقولہ کے طور پر نقل کیا گیا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ کسی ناسخ کے تسامح کی وجہ سے؛عن سعید بن مسیّب کے الفاظ تحریر ہونے سے رہ گئے ہیں۔

۱۱۵۰: حضرت سعید بن مسیّب نے ایک شخص کے بارے میں کہا، جو اپنی بیوی کو نان ونفقہ دینے سے قاصر تھا، ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے۔اس روایت کو سعید بن منصور نے از سفیان از ابی زناد از سعید بن مسیّب نقل کیا ہے، ابوزناد کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے پوچھا، کیا یہ مسنون طریقہ ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔اور یہ قوی مرسل ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو مرسل قوی اس لیے کہا ہے کہ معروف یہ ہے کہ سعید بن مسیّب ہمیشہ ثقہ راوی سے مرسل روایت کرتے تھے۔واضح رہے کہ اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ سعید بن مسیّب ہمیشہ ثقہ راوی سے مرسل روایت کرتے تھے تب بھی یہ روایت حجت نہیں ہوسکتی کیونکہ ممکن ہے کہ اس ثقہ راوی نے کسی ضعیف راوی سے مرسل بیان کی ہو، اسی مفہوم کی ایک مرفوع روایت امام دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس روایت کے بارے میں ابن قطان کا خیال ہے کہ اس میں امام دارقطنی کو وہم ہوا ہے، امام ابوحاتم کا کہنا ہے کہ اسحاق بن منصور کو وہم ہوا۔ مختصر یہ ہے کہ وہم کسی کو بھی ہوا ہو، یہ بات مسلم ہے کہ زیر بحث الفاظ کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔

۱۱۵۱: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ فِي رِجَالٍ غَابُوا عَنْ نِسَائِهِمْ أَنْ يَأْخُذُوهُمْ بِأَنْ يُنْفِقُوا أَوْ يُطَلِّقُوا ,فَإِنْ طَلَّقُوا بَعَثُوا بِنَفَقَةِ مَا حَبَسُوا. أَخْرَجَهُ اَلشَّافِعِيُّ ثُمَّ الْبَيْهَقِيّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

الامام للشافعی: ۵/ ۱۹۱، البیهقی: ۷/ ۴۶۹، عبدالرزاق، باب الرجل یغیب عن امرأته فلا ینفق علیها: ۱۲۳۴۶، ۱۲۳۴۷، معرفة السنن و الآثار، کتاب النفقات، باب غیبة الزوج عن المرأة بعد التخلیة: ۴۷۴۸، الشافعی: ۲/ ۶۵

۱۱۵۱: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امراء لشکر کی طرف ایسے مردوں کے بارے میں لکھا جو اپنی بیویوں سے الگ تھے کہ وہ انہیں مجبور کریں کہ وہ اپنی بیویوں کو خرچہ دیں ورنہ طلاق دے دیں، اگر طلاق دیں تو پھر اس مدت کا خرچہ دیں جس میں انہوں نے اپنی بیویوں کو بغیر خرچہ دیئے اپنے نکاح میں رکھا ہے (اسے شافعی اور بیہقی نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: امراء: یہ امیر کی جمع ہے، لشکر کے قائد۔ الاجناد: یہ جند کی جمع ہے یعنی لشکر۔

تشریح: نافع سے یہ روایت عبیداللہ بن عمر اور ایوب نقل کرتے ہیں، عبیداللہ بن عمر جب نقل کرتے ہیں تو وہ نافع عن ابن عمر کتب عمر کہتے ہیں، لیکن جب ایوب نقل کرتے ہیں تو وہ عن نافع قال کتب عمر ...... کہتے ہیں، پہلا طریق موصولاً اور دوسرا منقطع ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ تقریب میں لکھتے ہیں کہ احمد بن صالح، نافع سے منقول روایات میں عبیداللہ بن عمر کو امام مالک سے بھی مقدم رکھتے ہیں، اس سے یہ واضح ہوا کہ موصولاً طریق محفوظ ہے۔

فقہی احکام: بیوی کو معلق رکھنا درست نہیں۔

۱۱۵۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى اَلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! عِنْدِي دِينَارٌ؟ قَالَ "أَنْفِقْهُ عَلَى نَفْسِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ؟ قَالَ "أَنْفِقْهُ عَلَى وَلَدِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ؟ قَالَ "أَنْفِقْهُ عَلَى أَهْلِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ, قَالَ "أَنْفِقْهُ عَلَى خَادِمِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ, قَالَ "أَنْتَ أَعْلَمُ" أَخْرَجَهُ اَلشَّافِعِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ بِتَقْدِيمِ اَلزَّوْجَةِ عَلَى اَلْوَلَدِ.

ابوداود، کتاب الزکاة، باب فی صلة الرحم: ۱۶۹۱، الشافعی: ۲/ ۶۳، ۶۴، احمد؛ ۲/ ۲۵۱، النسائی: ۵/ ۶۲، ابن حبان: ۳۳۳۷، ۴۲۳۳۔ ۴۲۳۵، الحاکم: ۱/ ۴۱۵، البیهقی: ۷/ ۴۶۶

تنبیہ: (۱) بلوغ المرام مطبوعہ جمیعت احیاء التراث الاسلامی، مطبوعہ مکتبہ دارالسلام، بلوغ المرام مع سبل السلام مطبوعہ دارالفکر میں ؛اخرجه شافعی و ابوداؤدو اللفظ له ؛مرقوم ہے، جبکہ بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں ؛اخرجه الشافعی و اللفظ له ؛ ہے اور یہی درست ہے کیونکہ مؤلف رحمہ اللہ نے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ مسند شافعی کے ہیں۔ (۲) مطبوعہ الحاکم میں ؛الزوجة؛ کی ؛الولد؛ پر تقدیم نہیں، البتہ نسائی اور ابن حبان میں ہے۔

۱۱۵۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک دینار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے اپنی ذات پر خرچ کر۔" اسے نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ اپنی اولاد پر خرچ کر۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور ہے؟ ارشاد ہوا "اپنی بیوی پر خرچ کر۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ اپنے خادم پر خرچ کر۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کے

بارے میں تجھے خوب علم ہے۔" (اسے شافعی نے بیان کیا، مذکورہ الفاظ شافعی کے ہیں، اسے ابوداؤد نے بھی بیان کیا ہے، نسائی اور حاکم نے جو روایت بیان کی ہے اس میں بیوی کا ذکر اولاد سے پہلے ہے۔)

۱۱۵۳: وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ "أُمَّكَ" قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ "أُمَّكَ" قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ "أُمَّكَ" قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ "أَبَاكَ ,ثُمَّ اَلْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ.

ابوداود، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین : ۵۱۳۹، الترمذی: ۱۸۹۷، احمد: ۳/۵، الحاکم: ۶۴۲/۳، البیهقی: ۱۷۹/۴، مسلم: ۲۵۴۸، ابن حبان: ۴۳۳، ۴۳۴، ابن ماجة: ۳۶۵۸، المعجم الاوسط: ۲۳۷۷، ۵۷۲۴، مسلم: ۲۵۴۸

۱۱۵۳: حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری والدہ۔" میں نے عرض کیا، پھر کون؟ ارشاد ہوا" تیری والدہ۔" میں نے عرض کیا، پھر کون؟ ارشاد ہوا" تیری والدہ۔" میں نے عرض کیا، پھر کون؟ ارشاد ہوا" تیرا والد، پھر درجہ بدرجہ دیگر قریبی رشتہ دار۔" (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حقوق العباد میں سب سے مقدم حق والدہ کا ہے۔ اسی مفہوم کی احادیث حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں، البتہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طریق میں والدہ کا تذکرہ ایک بار ہے، لیکن راجح طریق وہی ہے جس میں تین بار مذکور ہے۔

۸۔ بَابُ الحِضَانَةِ پرورش کا بیان

۱۱۵۴: عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما أَنَّ اِمْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! إِنَّ اِبْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً ,وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً ,وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً ,وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي ,وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ ,مَا لَمْ تَنْكِحِي" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِم.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب من احق بالولد: ۲۲۷۶، احمد: ۱۸۲/۲، الدارقطنی: ۳۰۵/۳، الحاکم: ۲۰۷/۲، البیهقی: ۴/۸، ۵

۱۱۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرے اس بیٹے کیلئے میرا پیٹ برتن، میری چھاتی اس کیلئے مشکیزہ اور میری گود اس کیلئے مسکن رہی، اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور وہ یہ بچہ مجھ سے چھیننا چاہتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تک تم عقد ثانی نہیں کرتی اس وقت تک تم اس کی زیادہ حقدار ہو۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الحضانة: حاء کو مفتوح اور مکسور دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ یہ حضن سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی پہلو کے ہیں۔ مربی چونکہ بچے کو اپنے پہلو میں لیتا ہے، اس لیے یہ پرورش کرنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ وعاء: واؤ مکسور اور الف کے بعد ہمزہ، برتن یعنی میں نے وضع حمل تک اسے اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا ہے۔ ثدی: چھاتی۔ سقاء: سین مکسور اور الف کے بعد ہمزہ، چمڑے سے بنا ہوا برتن جو پانی وغیرہ رکھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے، یعنی مشکیزہ۔ حجری: حاء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، گود۔ حواء: حاء مکسور اور الف کے بعد ہمزہ، ایسی جگہ جس نے کسی چیز کا احاطہ کر رکھا ہو۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں اس دانا خاتون نے ان تین اوصاف کا تذکرہ کیا ہے جو ماں کے ساتھ خاص ہیں، ان میں سے دو مقدم الذکر اوصاف اور تیسرا وصف یعنی وضع حمل اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان تینوں اوصاف کی وجہ سے اولین تین حق ماں کے رکھے گئے ہیں۔ جن کا ذکر سابقہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

فقہی احکام: ماں جب تک عقد ثانی نہ کرے اس وقت تک ماں کا حق بچے پر مقدم ہے۔

۱۱۵۵: وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ ﷛ أَنَّ اِمْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! إِنَّ زَوْجِی يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِابْنِی ,وَقَدْ نَفَعَنِی ,وَسَقَانِی مِنْ بِئْرِ أَبِی عِنَبَةَ فَجَاءَ زَوْجُهَا ,فَقَالَ اَلنَّبِیُّ ﷺ "يَا غُلَامُ! هَذَا أَبُوكَ وَهَذِهِ أُمُّكَ ,فَخُذْ بِيَدِ أَيِّهِمَا شِئْتَ" فَأَخَذَ بِيَدِ أُمِّهِ, فَانْطَلَقَتْ بِهِ.رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِیُّ

ابو داود، تفریع ابواب الطلاق، باب من احق بالولد: ۲۲۷۷، الترمذی: ۱۳۸۱، النسائی: ۱۸۵/۶، ابن ماجة: ۲۳۵۱، احمد: ۲۴۶/۲

۱۱۵۵: حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میرا شوہر مجھ سے میرا بیٹا چھیننا چاہتا ہے، میرا بیٹا میرا ہاتھ بٹاتا ہے، وہ مجھے ابوعنبہ کے کنویں سے پانی لاکر دیتا ہے، اسی دوران اس کا شوہر بھی حاضر ہوگیا، آپ ﷺ نے اس بچے کو مخاطب کرکے فرمایا: "برخوردار! یہ تیرا والد ہے اور یہ تیری والدہ ہے، تو ان دونوں میں سے جس کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے اس کا ہاتھ تھام لے۔" اس نے اپنی والدہ کا ہاتھ تھام لیا اور وہ اسے لے کر چلی گئی۔ (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: بئـر: باء مکسور اور ہمزہ ساکن، ہمزہ کو باء سے تبدیل کرکے بھی پڑھنا درست ہے، اس کی جمع قلت دو اوزان پر آتی ہے یعنی افعال کے وزن پر آبار اور افعل کے وزن پر ابؤر، کنواں۔

تشریح: سن تمیز کو پہنچنے سے قبل بچے کی تربیت کا حق ماں کو ہے بشرطیکہ وہ عقد ثانی نہ کرے، اور اگر وہ عقد ثانی کرلے تو پھر باپ کا حق مقدم ہے خواہ باپ بھی شادی کرلے، لیکن جب بچہ سن تمیز کو پہنچ جائے تو پھر بچے کو دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کا اختیار دیا جائے گا، اور وہ جسے پسند کرے گا، اسی کے سپرد کردیا جائے گا۔

۱۱۵۶: وَعَنْ رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ ﷛ أَنَّهُ أَسْلَمَ ,وَأَبَتِ اِمْرَأَتُهُ أَنْ تُسْلِمَ فَأَقْعَدَ اَلنَّبِیُّ ﷺ اَلْأُمَّ نَاحِيَةً ,وَالْأَبَ نَاحِيَةً ,وَأَقْعَدَ اَلصَّبِیَّ بَيْنَهُمَا فَمَالَ إِلَى أُمِّهِ ,فَقَالَ "اَللَّهُمَّ اِهْدِهِ" فَمَالَ إِلَى أَبِيهِ ,فَأَخَذَهُ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِیُّ ,وَصححه اَلْحَاكِمُ

ابو داود، تفریع ابواب الطلاق، باب اذا اسلم احد الابوین مع من یکون الولد: ۲۲۴۴، النسائی: ۱۸۵/۶، احمد: ۴۴۶/۵، ۴۴۷، الحاکم: ۲۰۶/۲

۱۱۵۶: حضرت رافع سنان ﷛ سے مروی ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا، جبکہ ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا، نبی کریم ﷺ نے ایک طرف ماں کو اور دوسری طرف باپ کو بٹھالیا، اور بچے کو ان دونوں کے مابین بٹھا دیا، چنانچہ بچہ ماں کی طرف مائل ہوا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ "اے اللہ! اس بچے کی راہنمائی فرما۔" چنانچہ وہ اپنے باپ کی طرف مائل ہوگیا، اور اس نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ (یہ حدیث حضرت ابوسلمہ انصاری ﷛ سے بھی مروی ہے۔)

فقہی احکام: (۱) والدین دونوں مسلمان ہوں اور بچہ سن تمیز کی عمر نہ پہنچا ہو تو ماں کا حق مقدم ہے بشرطیکہ اس نے عقد ثانی نہ کیا ہو۔ (۲) والدین میں سے ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو، بچہ سن تمیز کو پہنچا ہو یا نہ، بچہ کو اختیار دیا جائے کہ وہ کسی ایک کو اختیار کرلے۔ (۳) والدین مسلمان ہوں، بچہ سن تمیز کو پہنچ چکا ہو تو بچے کو اختیار دیا جائے گا۔

۱۱۵۷: وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى فِي اِبْنَةِ حَمْزَةَ لِخَالَتِهَا ,وَقَالَ" اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ " أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب جزاء الصید، باب لبس السلاح: ۱۸۴۴ وفی الصلح: ۲۶۹۹ و فی المغازی: ۴۲۵۱، احمد: ۲۹۸/۴، ابن حبان: ۴۸۷۳، البیهقی: ۵/۸ ، ۶، الدارمی: ۲ /۲۳۷

۱۱۵۷: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو ان کی خالہ کے سپرد کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے فرمایا:"خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔"(بخاری)

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل روایت کا فقط آخری حصہ نقل کیا ہے، جس کی مختصر وضاحت اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صلح حدیبیہ کے بعد عمرہ کرنے مکہ تشریف لے گئے تو عمرہ کی ادائیگی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس ہونے لگے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے کہا، اے میرے چچا! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بچی کو اٹھا لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا، اپنے چچا کی بیٹی کو اپنے پاس رکھیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے اٹھا لیا، پھر اس بچی کی کفالت کے بارے میں حضرت علی، حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کے مابین تنازع پیدا ہو گیا اور یہ قضیہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حق ولایت پر یہ دلیل دی کہ یہ میرے قبضہ میں ہے اور میری چچا زاد بہن بھی ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ صادر کرتے ہوئے فرمایا:"خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:" آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے ہوں۔" حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:" آپ شکل وصورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہیں۔" اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:" آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں۔"

فقہی احکام: جب ماں اور باپ دونوں نہ ہوں تو پھر حق تربیت خالہ کو حاصل ہے۔

۱۱۵۸: وَأَخْرَجَهُ أَحْمَدُ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَقَالَ" وَالْجَارِيَةُ عِنْدَ خَالَتِهَا ,فَإِنَّ الْخَالَةَ وَالِدَةٌ "

احمد: ۹۸/۱ ، ۹۹، ابوداود، ابواب تفریع الطلاق، باب من احق بالولد: ۲۲۷۸ - ۲۲۸۰

۱۱۵۸: امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں "لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے گی کیونکہ خالہ ماں ہے۔"

لغوی تحقیق: الخالة والدة: یعنی خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔

۱۱۵۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ ,فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ ,فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ .

البخاری، کتاب العتق، باب اذا اتی احدکم خادمه بطعامه: ۲۵۵۷، مسلم: ۱۶۶۳، ابوداود: ۳۸۴۶، ابن ماجة: ۳۲۸۹، احمد: ۴۰۹/۲، ۴۳۰

۱۱۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم میں سے کسی ایک کا خادم جب اسے کھانا پیش کرے تو وہ اسے اگر اپنے ساتھ کھانے پر نہیں بٹھا سکتا تو کم از کم اسے ایک یا دو لقمے ضرور دے۔"(بخاری ومسلم مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

فقہی احکام: جس کی پرورش جس کے ذمہ ہو وہ اس کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار کرے، ماں کا رویہ چونکہ باپ کے مقابلہ میں زیادہ مشفقانہ ہوتا ہے بنابریں بچے پر ماں کا حق مقدم رکھا گیا ہے۔

۱۱۶۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "عُذِّبَتْ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ ,فَدَخَلَتِ النَّارَ فِيهَا ,لَا هِيَ

أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ هِیَ حَبَسَتْهَا ,وَلَا هِیَ تَرَكَتْهَا ,تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری، کتاب المسا قا ۃ،باب فضل سقی الماء:۲۳۶۵، مسلم: ۲۲۴۲، الد ارمی: ۲۸۱۴، ابن حبان:۵۴۶،البیهقی:۲۱۴/۵، ۲۱۵

۱۱۶۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"ایک عورت کوایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا،اس نے اس بلی کو قید کرر کھا تھااور وہ حالت قید میں ہی مرگئی اور وہ عورت جہنم میں داخل ہوگئی، کیونکہ وہ اس بلی کوکھلاتی پلاتی نہیں تھی، جبکہ اس نے اسے قید بھی کرر کھا تھا،اور نہ ہی وہ اسے آزاد کرتی تھی کہ وہ حشرات الارض کھا کر اپنا پیٹ پھرلے۔"(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **فی هرة** :یہاں ؛فی؛سببیہ ہے یعنی اس بلی کی وجہ سے وہ عورت جہنم میں داخل ہوئی۔ **سجنتها** :اس نے اسے باندھ رکھا تھا۔ **خشاش**:حشرات۔

فقہی احکام: (۱) جانوروں کو پالنے کی نیت سے قید کیا جاسکتا ہے۔(۲) ایسے جانوروں کو وقت پر اشیاءخوردونوش دینا ہوگی۔(۳) کسی کو بھوکا پیاسا رکھ کر اسے اس کی زندگی سے محروم کردینے کی سزا جہنم ہے۔